ہر اتوار کو روزنامہ اسلام کے ساتھ شائع ہوتا ہے



بچوں کا اسلام

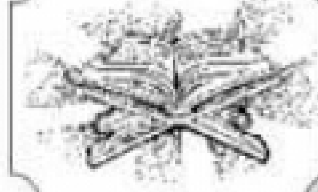
777 اتوار 17 شعبان 1438ھ مطابق 14 مئی 2017ء

قصور تو اپنا ہے!

پچاس روپے

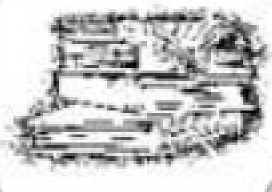


بسم اللہ الرحمن الرحیم



وسوسہ ڈالنے والے کے شر سے پناہ

"آپ کہہ دیجیے کہ میں لوگوں کے پروردگار، لوگوں کے مالک اور لوگوں کے معبود کی پناہ میں آتا ہوں۔ وسوسہ ڈالنے والے اور پیچھے ہٹ جانے والے کے شر سے، جو لوگوں کے سینوں میں وسوسہ ڈالتا ہے (خواہ) وہ جن میں سے ہو یا انسان میں سے۔" ﴿سورۃ الناس﴾



عذاب سے پناہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے "اے اللہ! میں عذاب قبر اور جہنم کے عذاب سے تیری پناہ میں آتا ہوں، زندگی میں آزمائش اور موت کی سختی سے پناہ چاہتا ہوں اور مجھے دجال کے فتنے سے محفوظ فرما۔" ﴿بخاری﴾

دستک

جلدی کا کام

السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

"جلدی کا کام شیطان کا......"

یہ ایک مشہور مثل ہے...... مطلب اس کا یہ ہے کہ کسی بھی کام یا فیصلے میں ضرورت سے زیادہ عجلت کارِ شیطان ہے، مگر ہم جب بھی یہ مثل سنتے ہیں تو حیران رہ جاتے ہیں۔ لگتا یہ ہے کہ شیطان مردود انسان کو تو ہر کام جلدی جلدی کرنے پر ابھارتا ہے، لیکن خود کم بخت بڑی سمجھ بوجھ سے کام لیتا ہے...... کیوں کہ دنیا میں شیطان کی جو شاندار کارکردگی ہمیں نظر آتی ہے اور دنیا جس طرح آج اس کی تقلید و پیروی کر رہی ہے، اس کے مشن میں اس کی دست و بازو بنی ہوئی ہے...... وہ جلدی اور عجلت میں کی گئی منصوبہ بندی اور جلد بازی میں انجام دیے گئے کسی عمل کا نتیجہ نہیں ہو سکتا......!

ہاں ہم انسانوں کے لیے بہرحال جلدی یا جلد بازی اچھی بات نہیں، اکثر اوقات اس سے کام خراب اور بات بگڑ جاتی ہے۔ دانا وہی ہے جو بے جا عجلت سے گریز اور ہر کام اور فیصلہ سوچ سمجھ کر، آرام و اطمینان سے کرے۔ جلد بازی میں کام تو بگڑتا ہی ہے، بعض اوقات خفت اور شرمندگی بھی اٹھانا پڑ سکتی ہے۔

اس حوالے سے ایک واقعہ کیا موقع پر یاد آیا...... شاید دس بارہ برس قبل کی بات ہوگی۔ ایک جمعے کو ہم مسجد میں بیٹھے خطبے کے انتظار میں تھے کہ اچانک کیا دیکھتے ہیں، ایک دوست الٹی شلوار پہنے چلے آ رہے ہیں۔ وہ مزے سے ہمارے قریب ہی آ بیٹھے اور ہمیں مسکرا کر دیکھا۔ ہم نے آس پاس دیکھا اور ان کی طرف جھکتے ہوئے ان کی توجہ شلوار کی طرف دلائی تو وہ بری طرح بوکھلا گئے۔ شدید خجالت سے ان کے پسینے چھوٹ گئے۔ بولے: "وہ...... بس دیر ہو رہی تھی، جلدی میں دھیان ہی نہ گیا...... اب...... اب کیا کروں؟"

ہم سوچ میں پڑ گئے۔ ابھی تک تو کسی کا دھیان ان کی طرف نہیں گیا تھا مگر جلد ہی وہ نمازیوں کی نگاہ میں آ جاتے اور پھر ان کا اچھا خاصا مذاق بنتا، سو انہیں فوراً طہارت خانے جانے کا مشورہ دیا کہ وہیں یہ کام ہو سکتا تھا۔

وہ طہارت خانے جانے کو اٹھے، جو داخلی دروازے کے قریب تھا...... مگر انہوں نے یہاں بھی عجلت دکھائی اور اپنی بجائے کسی اور کی چپلیں پہن لیں۔ اتفاق سے چپلوں کے مالک سامنے ہی وضو کر رہے تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ ایک شخص ان کی چپلیں پہن کر دروازے کی طرف جا رہا ہے تو دوڑ کر 'رنگے ہاتھوں' دھر لیا۔ اب ایک الٹی شلوار پہنا ہوا آدمی کسی اور کی چپل پہنے ہوئے رنگے ہاتھوں پکڑا جائے تو اس کے ساتھ کیا کیا ہونا ممکن ہے، یہ خود ہی سوچ لیجیے۔ فوراً ہی چپل چوری کے اگلے پچھلے کئی الزامات ان کے سر منڈھنا شروع کر دیے گئے۔ اس سے پہلے کہ سنگین الزامات کے ساتھ ساتھ کوئی منچلا انہیں ایک آدھ تھپڑ بھی جما دیتا، ہم موقع کی نزاکت بھانپتے ہوئے تیزی سے حرکت میں آ چکے تھے۔

قریب جا کر ہم نے سب لوگوں کو سلام سے متوجہ کیا اور جلدی جلدی امرِ واقعہ سے آگاہ کیا۔ حقیقت جاننے بلکہ بچشم خود ملاحظہ فرمانے پر حاضرین کے لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی...... بس پھر کیا تھا، دوست کی تو جان بخشی ہوئی مگر ایک عرصے تک موصوف کا دوستوں میں مضحکہ اڑتا رہا۔

یہ تو تھا جلد بازی کا ایک ماجرا...... سوال کیا جا سکتا ہے کہ کسی معاملے پر غور و فکر، سمجھنے بوجھنے، چھان پھٹک کا پیمانہ اور معیار کیا ہونا چاہیے؟

جواب یہ ہو سکتا ہے کہ جب تک صاحب یا صاحبانِ معاملہ کا ذہن یکسو اور دل بالکل مطمئن نہ ہو جائے...... مگر دوستو! میکسیکو سٹی کے ایک خاندان نے تو کمال ہی کر ڈالا۔

میڈیا رپورٹ کے مطابق میکسیکو سٹی کے ایک خاندان نے اپنے ایک صاحبزادے کا رشتہ ایک دوسرے خاندان میں کیا۔ بچوں کی عمریں رشتہ کرتے وقت پندرہ پندرہ برس تھیں۔ دونوں خاندانوں کے بڑوں نے فیصلہ کیا کہ شادی جیسے زندگی کے اہم ترین معاملے میں جلد بازی بالکل بھی مناسب نہیں...... اچھی زندگی کے لیے ذہنی ہم آہنگی بے حد ضروری بلکہ ناگزیر ہے، لہٰذا جب تک دونوں خاندان ایک دوسرے کو پوری طرح جان اور سمجھ نہ لیں اور اپنے عادات و اطوار اور مزاج کو ایک دوسرے سے ہم آہنگ نہ کر لیں، شادی نہیں کریں گے۔ اب دونوں خاندانوں نے ایک دوسرے کو سمجھنا، پرکھنا شروع کر دیا...... سمجھتے رہے، پرکھتے رہے...... سمجھتے رہے، پرکھتے رہے...... حتیٰ کہ دونوں طرف کے 'بڑے' ایک ایک کر کے دنیا سے رخصت ہوتے چلے گئے اور ان کے پندرہ برس کے بچے اتنے 'بڑے' ہو گئے کہ ان کے پاؤں ہی قبر میں نہ لٹک رہے تھے بلکہ دونوں گردن گردن قبروں میں اتر چکے تھے...... جی ہاں! شادی کا فیصلہ ہوتے ہوتے باسٹھ برس ہو گئے اور خیر سے جب کل کے بچے، دولہا انکل اور دلہن آنٹی بنے تو نہ منہ میں دانت رہے تھے، نہ پیٹ میں آنت...... دونوں کی عمریں ستتر برس ہو چکی تھی۔

سو بے شک عجلت میں کیے گئے کام اکثر بگڑ جاتے ہیں مگر زندگی میں بارہا ایسے مواقع بھی آتے ہیں جب جلد اور فوری فیصلہ کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ اس وقت حد سے زیادہ سوچ بچار اور کسی فیصلے میں تاخیر کسی بڑے اور ناقابلِ تلافی نقصان کا موجب بن جاتا ہے۔ ایسے وقت میں فیصلے دماغ سے نہیں، دل سے کرنے پڑتے ہیں...... علامہ اقبال رحمہ اللہ نے بھی تو کہا ہے ناں ؎

بہتر ہے دل کے ساتھ رہے پاسبانِ عقل
لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے

والسلام   مدیر مسئول

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ

ابو احمد

”آج میں تمہارے گھر آؤں گا۔“

حضور پاک ﷺ کا یہ ارشاد اپنے ایک جاں نثار مدنی صحابی سے تھا۔ جسے سن کر وہ اس قدر خوش ہوئے کہ ان کے قدم زمین پر ٹکتے نہ تھے اور وہ دوڑتے ہوئے گھر گئے۔ بیوی کو حضور ﷺ کی آمد کی اطلاع دی اور نہایت اہتمام سے دعوت کا سامان بہم پہنچایا اور اہلیہ سے کہا کہ حضور ﷺ آ رہے ہیں۔ کام سے کام رکھنا، دھیان سے کھانا بنانا۔ اتنے میں حضور ﷺ بھی تشریف لے آئے۔ وہ صاحب حضور ﷺ کی آمد پر بے حد مسرور ہوئے، آپ ﷺ کے سامنے دیدہ و دل فرشِ راہ کر دیے۔ آپ ﷺ کے آرام کے لیے بستر اور تکیہ پہلے سے لگا دیا گیا تھا۔ انہوں نے حضور ﷺ سے تھوڑی دیر آرام فرمانے کی التجا کی۔ پھر بڑی پھرتی سے خادم سے بکری کا بچہ ذبح کروایا اور پکنے کے لیے چولہے پر چڑھا دیا۔ آپ ﷺ جیسے ہی بیدار ہوئے ہاتھ منہ دھویا تو کھانا پک چکا تھا۔ جلدی سے دستر خوان بچھانا اور والہانہ ذوق کے ساتھ گوشت، کھجور اور پانی پیش کیا۔ آپ ﷺ بہت خوش ہوئے اور فرمایا: ”شاید تمہیں خبر ہے کہ میں گوشت رغبت سے کھاتا ہوں۔“ انہوں نے عرض کیا: ”ہاں! اللہ کے رسول!“ آپ ﷺ کھانے سے فارغ ہوئے تو ان کی اہلیہ نے دعا کی درخواست کی۔ آپ ﷺ نے فوراً دعا دی: ”اللہ تم پر اور تمہارے شوہر پر رحمت نازل فرمائے۔“ اس کے بعد آپ ﷺ اپنے گھر تشریف لے گئے۔ یہ واقعہ غزوۂ احد (شوال 3 ہجری) سے چند بعد کا ہے۔

مدینہ طیبہ کے یہ خوش نصیب صاحب رسول جن کے گھر کو آپ ﷺ نے عزت بخشی اور دعا سے نوازا۔ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا شمار عظیم المرتبت صحابہ میں ہوتا ہے ان کا تعلق خزرج کی شاخ بنو سلمہ سے تھا۔ آپ کے والد محترم حضرت عبداللہ بن عمرو بھی صحابی تھے۔ حضرت جابر کے دادا عمرو بن حرام اپنے قبیلے کے روساء میں سے تھے اور بڑے فیاض تھے۔ آپ کے والد کثیر جائیداد ہونے کے باوجود کثیر العیال اور فیاض تھے اس لیے اکثر مقروض رہتے تھے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ ہجرتِ نبوی سے 19 سال قبل پیدا ہوئے۔ اللہ پاک نے انہیں فطرتِ سلیمہ سے نواز رکھا تھا اس لیے اکثر اہل سیر کا کہنا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ بیعت عقبہ (13 بعد بعثت) کے موقع پر اپنے والد کے ہمراہ شرفِ اسلام سے بہرہ مند ہوئے۔ اس وقت ان کی عمر بیس سال کے قریب تھی۔

بیعتِ عقبہ کبیرہ تاریخ اسلام کا ایک عظیم واقعہ ہے۔ اس میں شریک ہونے والوں کا ایک خاص مقام ہے۔ یہ وہ نفوس قدسیہ تھے جنہوں نے سارے عرب کی مخالفت کے باوجود اس پیمان وفا کے ساتھ حضور ﷺ کا ساتھ دینے کی ٹھانی۔ اور آپ ﷺ کو یثرب آنے کی دعوت دی کہ ہم اپنی جانوں، اولادوں اور اموال کے ساتھ آپ کی حفاظت کریں گے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے مکہ سے یثرب ہجرت کی اور کفر و شرک کا قدیم گہوارہ ’مدینۃ النبی‘ بن گیا۔ رمضان 2 ہجری میں حق و باطل کا پہلا معرکہ غزوۂ بدر پیش آیا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے میدانِ جنگ کا عزم کیا، مگر ان کے والد محترم حضرت عبداللہ بن عمرو نے انہیں یہ کہہ کر روک دیا کہ تم گھر پر رہ کر اپنی چھوٹی بہنوں کی خبر گیری کرو۔

چوں کہ حضرت جابر 10 کے قریب بہنوں کے اکلوتے بھائی تھے۔ ان کی والدہ فوت ہو چکی تھیں۔ اس لیے اپنے والد کے حکم کی تعمیل کی۔ خود حضرت عبداللہ بن عمرو نے حضور ﷺ کی ہم رکابی کی اور میدانِ بدر میں خوب دادِ شجاعت دی۔ اگلے سال احد کا معرکہ پیش آیا۔ انہوں نے لڑائی سے ایک دن پہلے بیٹے کو بلا کر نصیحت کی کہ میرا دل گواہی دے رہا ہے کہ اس لڑائی میں مجھے شہادت نصیب ہوگی۔

میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ گھر پر رہ کر اپنی بہنوں کی اچھی خبر گیری کرنا اور مجھ پر جو قرض ہے اس کو ادا کرنا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ لڑائی میں شامل ہونے کے لیے بے تاب تھے۔ لیکن والد کے حکم سے مجبور ہو گئے۔ اگر آپ لڑائی میں شامل ہو جاتے تو گھر بالکل خالی ہو جاتا۔ حضرت عبداللہ بن عمرو نے میدان احد میں مردانہ وار لڑتے ہوئے شہادت پائی۔ یوں ان کی دل کی تمنا پوری ہو گئی۔ ترمذی کی روایت میں ہے کہ غزوۂ احد کے بعد حضرت جابر رضی اللہ عنہ سخت غم زدہ رہنے لگے تھے۔ ایک دن حضور ﷺ نے انہیں اس حالت میں دیکھ کر پوچھا: ”جابر! تم اس قدر غمگین کیوں ہو؟“ عرض کیا: ”یارسول اللہ! ابا جان شہید ہوئے بہت سا قرض اور چھوٹے بچے چھوڑ گئے ہیں۔ انہی کی فکر میں مبتلا ہوں۔“

حضور ﷺ نے آپ کو دلاسا دیا۔ اور خوش خبری سنائی کہ تمہارے ابا جنت میں ہیں۔ اور ان کے حالات کے بہتری کے لیے دعا بھی کی۔ آپ کی ان باتوں سے انہیں ایسا محسوس ہوا گویا کسی نے ان کے زخموں پر مرہم رکھ دی۔ اس واقعے کے بعد آپ ﷺ حضرت جابر کے باغ میں تشریف لے گئے اور کھجور کے ڈھیر کے پاس بیٹھ گئے اور قرض خواہوں کو کھجوریں تقسیم کرنے کو کہا۔ آپ ﷺ اس دوران میں اللہ سے دعا مانگتے رہے۔ حضرت جابر کھجوریں تقسیم کرتے رہے۔ حضور ﷺ کی دعا کی برکت سے کھجوریں تقسیم ہو کر بچ بھی گئیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ قرض کے بوجھ سے آزاد ہو کر بہت خوش ہوئے۔ حضور ﷺ نے بھی اللہ کا شکر ادا کیا کہ ان کی دعا سے ایک مسلمان کو راحت ملی۔ بدر اور احد کے علاوہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ عہد رسالت کے تمام غزوات اور سرایا میں والہانہ جوش و جذبے کے ساتھ شرکت کی۔ 5 ہجری میں غزوہ احزاب پیش آیا جو مسلمانوں کے لیے سخت آزمائش کی حیثیت رکھتا تھا۔ عرب کے تمام دشمنان اکٹھا کر کے مدینہ منورہ پر چڑھائی کرنے آئے تھے۔

مسلمانوں کو اپنی حفاظت کے لیے سخت پتھریلی زمین میں خندق کھودنا پڑی تھی۔ پھر خوراک کی اتنی قلت تھی کہ مسلمانوں کو پیٹ پر پتھر باندھنا پڑے تھے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بھی دوسرے مسلمانوں کے ساتھ خندق کھودنے میں شریک تھے، اچانک ایک سخت چٹان سامنے آ گئی۔ حضور ﷺ کو اطلاع کی گئی تو آپ ﷺ نے خود خندق میں اترنے کا فیصلہ کیا، تو دیکھا کہ آپ کے پیٹ پر (باقی صفحہ 7 پر)

بچوں کا اسلام انٹرنیٹ پر بھی : www.dailyislam.pk ای میل : bkislam4u@gmail.com
خط کتابت کا پتہ ”بچوں کا اسلام“ دفتر روزنامہ اسلام ناظم آباد 4 کراچی فون : 021 36609983
سالانہ زر تعاون اندرون ملک : 800 روپے بیرون ملک : 5000 روپے

ننھا داعی

اہلیہ محمد ابراہیم صدیقی۔ باغ ملیر

امریکا میں ایک مسجد کے امام صاحب نماز سے فارغ ہوکر گھر جاتے ہوئے ایک چوک پر رُک کر اسلامی کتب لوگوں میں تقسیم کیا کرتے تھے۔ ان کا دس سالہ بچہ بھی ان کے ساتھ ہوتا تھا۔ ایک دن بہت زیادہ بارش کے باعث بیٹے سے کہنے لگے:

''بیٹا! آج بارش بہت ہو رہی ہے، سیدھے گھر چلو، کون رُک کر یہ کتابیں لے گا؟''

بیٹے نے کہا: ''ابو میں تو ضرور یہ کتابیں تقسیم کروں گا...... شاید کسی کی زندگی تبدیل ہو جائے۔''

وہ بچہ گھر سے قریب راستے میں اتر کر کتابیں تقسیم کرنے لگا۔ آخر میں ایک کتاب رہ گئی۔ وہ پیدل گھر کے لیے چل پڑا۔ چلتے چلتے ایک گھر کے سامنے کھڑا ہو گیا اور بیل پر ہاتھ رکھ دیا۔

ایک بوڑھی عورت ہانپتی کانپتی دروازے پر آئی اور بولی:

''بیٹا! تمہیں کسی مدد کی ضرورت ہے؟''

بچے نے کہا: ''میڈم! میں آپ کے پاس ایک پیغام لے کر آیا تھا۔''

''کون سا پیغام......؟'' عورت بولی۔

''اللہ تعالیٰ آپ سے بہت محبت کرتا ہے، وہ آپ کا منتظر ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے جنت سجائی ہے اور جنت کا راستہ اس کتاب میں تحریر ہے۔ اسے ایک بار ضرور پڑھیے۔''

بچے نے کہا اور واپس چلا آیا۔

☆

''کسی کو کوئی مسئلہ پوچھنا ہو تو پوچھ سکتا ہے......''

امام صاحب حسب معمول جمعہ کی نماز پڑھانے کے بعد لوگوں سے مخاطب تھے۔ پردے کے لیے بنائے گئے خصوصی اسٹینڈ کے پیچھے سے بوڑھی عورت کی آواز آئی:

''جناب! مجھے اسلام سے متعلق مکمل معلومات حاصل کرنی ہیں۔ میں گزشتہ جمعے کو مسلمان ہوئی ہوں......''

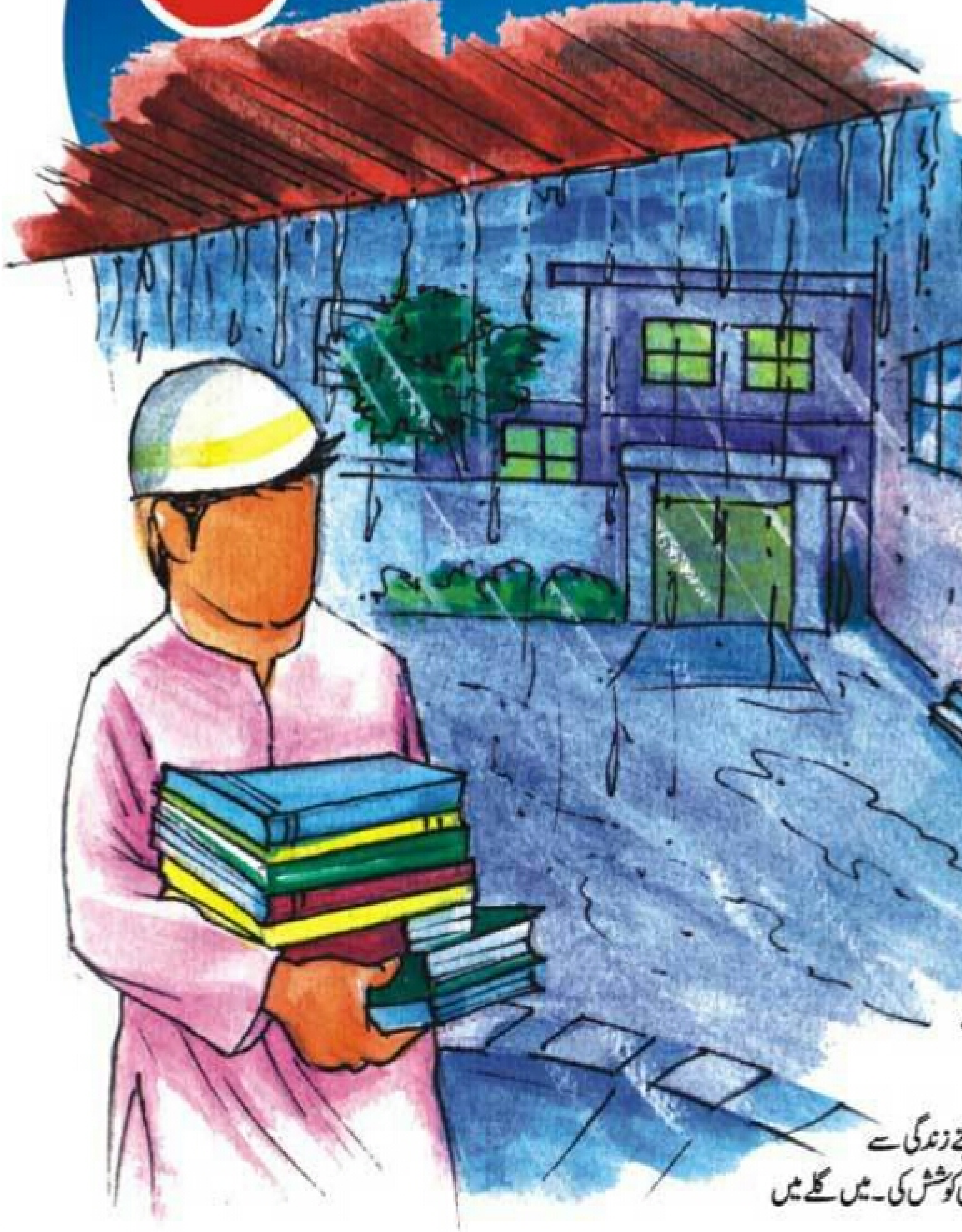
''آپ کو ہر قسم کی معلومات دی جائیں گی مگر اس سے پہلے ہم جاننا چاہیں گے کہ آپ مسلمان کیسے ہوئیں؟'' امام صاحب نے پوچھا۔

بوڑھی عورت بولی:

''پچھلے جمعے کو ایک بچہ میرے دروازے پر آیا اور اسلام کی دعوت دینے کے بعد ایک کتاب پڑھنے کو دی، جس کو پڑھ کر میں نے دین اسلام میں داخل ہونے کا فیصلہ کیا۔''

تفصیل بتاتے ہوئے اس نے کہا:

''دنیا میں میرا کوئی نہیں ہے۔ تنہا رہتے رہتے زندگی سے تنگ آ گئی تو گزشتہ جمعہ اپنی زندگی کا خاتمہ کرنے کی کوشش کی۔ میں گلے میں



پھندا ڈال چکی تھی، تب بیل بجی۔ میں سمجھی کسی نے دھوکے سے بجادی ہوگی۔ دوسری بیل پر بھی توجہ نہ دی۔ جب مسلسل بیل بجتی چلی گئی تو یہ سوچ کر کہ کسی کو میری مدد کی ضرورت ہوگی، گلے سے پھندا نکال کر دروازے پر پہنچی تو ننھا منا بچہ مجھے جینے کا مقصد دے رہا تھا۔ اس بچے کی دی گئی کتاب کو جیسے جیسے میں پڑھتی گئی، زندگی میں واپس آتی گئی۔ اس میں آپ کا پتا تھا، سو میں یہاں پہنچ گئی۔ آپ مجھے باقاعدہ کلمہ پڑھا دیجیے۔''

امام صاحب نے اپنے بیٹے کو گلے لگا کر پیار کیا اور فخر سے کہا:

''بیٹا! اصل داعی تو تم ہو جس نے ایک عورت کو جہنم کی سرحد سے کھینچ نکالا۔ اگر تم بھی اس دن سستی کرتے تو یہ بے چاری جہنم سے کیسے بچتی؟''

اللہ ہم سب کو دین کا ایسا ہی داعی بنائے اور اس بوڑھی عورت کی طرح تمام غیر مسلموں کو ایمان کی حلاوت نصیب فرمائے اور ہم سب کو حسن خاتمہ عطا فرمائے۔ آمین!

☆☆☆

آئیں یاد کریں

دوستی



شازیہ نور

یہ تو آپ نے سنا یا پڑھا ہی ہوگا کہ دوست وہ جو مصیبت میں کام آئے تو حقیقت بھی یہی ہے۔ ویسے تو ہم ہر اس شخص کو جس سے ہم اکثر ملتے، بات چیت کرتے اور وقت ساتھ گزارتے ہیں، دوست کہہ دیتے ہیں، لیکن واقعی وہ دوست ہے یا نہیں؟ یہ کسی مشکل وقت میں ہی پتا چلتا ہے۔

دوست حقیقت میں وہ ہوتا ہے جو ہمارے لیے آخرت میں بھی فائدہ مند ثابت ہو۔ یعنی اس کی دوستی ہماری آخرت کو سنوارنے میں مدد دے۔ اسی لیے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: لَاتُصَاحِبْ إِلَّا مُؤْمِنًا (ابوداؤد، ترمذی)

''تم صرف مومن کو اپنا دوست بناؤ۔'' [یاد کرلیں]

اگر دوستی کسی برے آدمی سے کی تو وہ دوست کی بجائے دشمن ہی ثابت ہوگا۔ ہوسکتا ہے کہ کوئی شخص بظاہر دنیاوی لحاظ سے تو اچھا ہو۔ اپنے دوستوں کو خوش رکھتا ہو، اور ان پر اپنا مال بھی فراخ دلی سے خرچ کرتا ہو، لیکن وہ دین کے معاملے میں صفر ہو اور بری عادتوں کا مالک ہو تو کیا ہوگا کہ دوست کو بھی برا بنادے گا، کیوں کہ انسان جس کو پسند کرتا ہے اس کے مشاغل بھی اپنالیتا ہے۔

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھی اور بری دوستی اور صحبت کے بارے میں بہت پیاری مثال دی ہے کہ اگر عطر والے سے دوستی ہے تو عطر خریدے یا نہ خریدے، مگر خوشبو ضرور مل جائے گی اور اگر آگ کی بھٹی والے سے دوستی ہوگی تو وہاں کی گرمی تپش اور بدبو ضرور متاثر کرے گی

(صحیح البخاری، صحیح مسلم)

اسلام ہمیں ہر انسان کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا سکھاتا ہے، لیکن دوستی کے معاملے میں مؤمن کو کسی مؤمن سے ہی دوستی کی ترغیب دیتا ہے کیوں کہ انسان جیسے لوگوں میں بیٹھتا ہے ویسی ہی عادات اس میں آجاتی ہیں۔

برے دوست اور بری صحبت کا نتیجہ بالآخر برا ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں اپنے معاشرے کی ایک سچی کہانی پیش کررہی ہوں۔

آصف جیسے ہی گھر میں داخل ہوتا اس کے تینوں بچے خوشی سے چلاتے:

''بابا آگئے...... بابا آگئے۔''

وہ تینوں کو پیار کرتا اور ایک تھیلا اپنی بیوی کے حوالے کردیتا۔

''بابا کیا لائے ہیں ہمارے لیے؟''

بچے ہر روز یہ سوال کرتے اور وہ روزانہ ہی کسی نہ کسی پھل یا مٹھائی کا نام بتاتا جو وہ لایا کرتا تھا۔ اس وقت بچوں کی خوشی دیدنی ہوتی تھی اور بچوں کے مسکراتے چہرے دیکھ کر اسے سکون سا مل جاتا تھا۔

اس کی بیوی بھی مسکراتی ہوئی آتی اور بچوں سے کہتی: ''چلوں پہلے کھانا کھالو پھر یہ کھانا۔''

پھر وہ سب مل کر کھانا کھاتے اور کھانے کے دوران ہی اس کی بیوی بچوں کی اسکول کی کارکردگی سے شوہر کو آگاہ کرتی رہتی۔

''اچھا! آج میرا بیٹا ٹیسٹ میں پورے نمبر لے کر آیا ہے۔''

وہ اپنے بچوں کی خوب حوصلہ افزائی کرتا۔ اور کھانے کے بعد وہ بچوں کو اچھی اچھی باتیں بتاتا جنہیں بچے تو بچے بچوں کی ماں بھی غور سے سنتی۔ وہ اکثر اپنی بیوی سے کہتا:

''فرزانہ! الحمدللہ میں کتنا خوش قسمت ہوں کہ اللہ نے تمہارے جیسی سمجھ دار بیوی اور پیارے پیارے بچے دیے ہیں۔''

''خوش قسمت تو میں ہوں، جو مجھے آپ کے جیسا نیک شوہر ملا، ورنہ میں تو شادی سے پہلے بھی پابندی سے نہیں پڑھتی تھی۔'' فرزانہ بھی مسکرا کر اعتراف کرتی۔

یوں ان کی زندگی بہت خوش گوار انداز میں اور سکون سے بسر ہورہی تھی۔

ایک دن آصف نے فرزانہ کو بتایا کہ ایک دوسری کمپنی سے اسے نوکری کی پیشکش ہوئی ہے، وہاں تنخواہ زیادہ ہوگی۔

''مگر یہاں آپ کام کے ماہر ہوچکے ہیں سب لوگ آپ کے جانے پہچانے ہیں، معلوم نہیں دوسری جگہ کیسا کام ملے؟'' فرزانہ نے خدشہ ظاہر کیا۔

''ارے نہیں کام تو یہی ہوگا، لوگ ضرور انجان ہوں گے مگر آہستہ آہستہ وہ بھی اپنے بن جائیں گے، تم یہ دیکھو نا کہ اب ہمارے بچے بڑے ہورہے ہیں، ان کی ضرورتیں بڑھ رہی ہیں میری تنخواہ میں اضافہ ہوگا تو ہماری زندگی اور آرام دہ ہوجائے گی۔'' آصف نے اسے سمجھایا۔

''اچھا چلیں جیسے آپ کی مرضی۔'' فرزانہ نے مسکرا کر کہا۔

اور پھر آصف دوسری کمپنی میں نوکری کرنے لگا یہاں اس کی تنخواہ میں تو کافی اضافہ ہوگیا مگر سب دوست بچھڑ گئے۔ ایک دن کھانے اور نماز کی چھٹی کے وقت اجمل نے اسے پیشکش کی کہ آج شام کو وہ چائے اس کے ساتھ پیے۔ اجمل بھی اسی کمپنی میں ملازمت کرتا تھا تاہم اس کے ٹھاٹھ باٹ بتاتے تھے کہ وہ کسی امیر باپ کا بیٹا ہے۔ آصف نے کچھ تامل کے بعد اس کی پیشکش قبول کرلی۔ یوں اجمل اور اس کے تین مزید دوستوں کے ساتھ آصف کی دوستی کا آغاز ہوا۔ جو بڑھتے بڑھتے یہاں تک پہنچی کہ ایک دن اجمل نے اسے سینما میں فلم دیکھنے کی

پیشکش بھی کر دی۔ آصف نے بہت انکار کیا اور گھر والوں کی پریشانی کا ذکر کیا کہ اس کے دیر سے گھر پہنچنے پر بیوی بچے فکر مند ہوں گے۔ جواب میں اجمل نے سمجھانے والے انداز میں کہا:

"کچھ نہیں ہوتا یار! کبھی کبھی انسان کو اپنے لیے بھی وقت نکالنا چاہیے، ویسے بھی تم گھر کے سربراہ ہو، جہاں چاہو آ جا سکتے ہو، ڈرتے کیوں ہو؟"

اجمل نے کچھ اس طرح سے بات کی کہ نہ چاہتے ہوئے بھی آصف کو ہاں کرنا پڑی۔

یہ پہلا دن تھا جب اس نے عشا کی نماز بھی نہیں پڑھی اس طرح آہستہ آہستہ اجمل اور اس کے دوستوں نے آصف کو نہ صرف دین بلکہ بیوی بچوں سے بھی دور کر دیا۔ وہ راتوں کو دیر سے گھر پہنچنے لگا اور جب فرزانہ کچھ پوچھتی تو وہ اس کو ڈانٹ کر چپ کرا دیتا۔ فرزانہ دل ہی دل میں کڑھتی اور خاموشی سے روتی رہتی۔ اس کے گھر کی خوشیوں کو تو جیسے نظر ہی لگ گئی تھی۔ ایک دن آصف کا پرانا دوست قمر اپنی بیوی سارہ کے ساتھ آصف کے گھر آصف سے ملنے آیا۔

سارہ، فرزانہ کی بہت گہری سہیلی تھی۔ پہلے تو فرزانہ نے اپنے چہرے پر مصنوعی ہنسی سجا کر سب کچھ چھپانے کی کوشش کی، مگر جب سارہ نے کریدا کہ:

"کیا بات ہے فرزانہ! بھائی ابھی تک گھر کیوں نہیں آئے؟ اس وقت تو کمپنی سے چھٹی ہوئے دو گھنٹے گزر چکے۔"

تو فرزانہ سے برداشت نہ ہو سکا وہ رو پڑی اور ساری بات سارہ کو بتا دی۔ سارہ نے اسے تسلی دی کہ وہ اپنے شوہر سے بات کر کے اس معاملہ کو حل کرنے کی کوشش کرے گی۔

سارہ کا شوہر اپنے دوست کے بارے میں جان کر واقعی فکر مند ہو گیا اور اس نے آصف کی نئی کمپنی کا پتا معلوم کر کے سارے حالات جاننے کی کوشش کی۔ تب اسے معلوم ہوا کہ آصف تو غلط لوگوں سے دوستی کر بیٹھا ہے۔

اب جیسے ہی آصف کی چھٹی کا وقت ہوتا قمر اس کے دفتر میں پہنچ جاتا اور آصف کو لے کر سیدھا مسجد چلا جاتا۔ مسجد میں نماز کے بعد درس کا اہتمام بھی ہوتا تھا اور درس سن سن کر آصف کو اپنی غلطیوں کا احساس بھی ہو رہا تھا۔ بالآخر قمر کی کوششیں رنگ لائیں اور اس نے قمر سے وعدہ کیا کہ اب وہ کبھی ان دوستوں میں نہیں بیٹھے گا، جو اسے نیکیوں سے ہٹا کر گناہوں میں مبتلا کر رہے تھے۔ اس نے اپنی بیوی سے بھی معافی مانگی اور اپنے گزشتہ رویے پر پشیمانی کا اظہار کیا۔ فرزانہ کی دعائیں پوری ہو گئی تھیں اور وہ اس سلسلے میں بار بار سارہ کا شکریہ ادا کرتی اور دونوں میاں بیوی کو دعائیں دیتی رہتی ہے۔

اچھا دوست صرف دنیا میں ہی نہیں آخرت میں بھی کام آئے گا۔ قرآن میں سورۃ الزخرف کی آیت 67 میں ارشاد ربانی ہے:

"قیامت کے دن تمام گہرے دوست ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے سوائے متقین کے۔"

اس لیے دوست بناتے وقت احتیاط کیجیے۔ ایک مشہور مثل ہے کہ "اگر کسی کی اخلاقی حالت معلوم کرنا چاہو تو اس کے دوستوں کی اخلاقی حالت معلوم کرو۔"

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے اس لیے ہر آدمی کو غور کر لینا چاہیے کہ وہ کس سے دوستی کر رہا ہے۔" (مسند احمد۔ مشکوٰۃ)

دین پر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ انسان جس کی صحبت میں بیٹھے گا اسی کے جیسے خیالات و عادات اپنائے گا۔

اپنے دوست سے محبت اللہ کے لیے کیجیے کسی مطلب کے لیے نہیں۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

"قیامت میں اللہ تعالیٰ فرمائے گا وہ لوگ کہاں ہیں جو صرف میرے لیے لوگوں سے محبت کیا کرتے تھے آج میں ان کو اپنے سایے میں جگہ دوں گا۔" (مسلم)

اچھا دوست ناراض بھی ہو جائے تو اسے منا لیں اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر دوستی ختم نہ کریں۔ دوست کو منانے کے لیے سلام کیجیے، اسے تحفہ دیجیے نبی ﷺ کا فرمان ہے:

"ایک دوسرے کو ہدیہ بھیجا کرو تو آپس میں محبت پیدا ہوگی اور دلوں کی کدورت جاتی رہے گی۔" (مشکوٰۃ)

اچھے دوست کی قدر کیجیے اور اچھا دوست وہی ہے جو آپ کو نیکی کی تلقین کرے اور برائی سے منع کرے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو نیک لوگوں کی صحبت و دوستی عطا فرمائے۔ آمین

ذکر اللہ کے فوائد

اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے سے بہت سے فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

1 جب انسان ہر لمحہ اپنے رب کی یاد اور اس کے ذکر میں مشغول رہتا ہے تو پھر رفتہ رفتہ پروردگار عالم کی عظمت و محبت اور اس کا دھیان انسان کے دل میں جگہ کر لیتا ہے۔ پھر گناہ سے نفرت ہونے لگتی ہے۔ اگر ایسا شخص گناہ کرے گا بھی تو اسے گناہ میں لذت نہیں آئے گی۔ اور اس کا دل ہر وقت ایسے کاموں کا طالب رہے گا جو رب کی رضا کا ذریعہ بنتے ہیں۔

2 جب انسان کثرت سے ذکر کرتا ہے، تو دل کی سختی کم ہونے لگتی ہے۔ چنانچہ حق بات کو قبول کرنے کی صلاحیت پیدا ہونے لگتی ہے اور آدمی نیکیوں سے محبت اور برائیوں سے نفرت کرنے لگتا ہے۔

3 حضرت ڈاکٹر عبدالحیٔ عارفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب کثرت کے ساتھ ذکر کرو گے تو پھر اگر گناہ کرنا بھی چاہو گے تو گناہ نہ کر سکو گے، اگرچہ اس کا عزم اور ارادہ کر لیا ہو، کوئی نہ کوئی ایسی رکاوٹ ہوگی کہ گناہ نہ ہو سکے گا۔

4 کثرت کے ساتھ ذکر کرتے رہنے سے انسان کو دنیا کی زندگی کا لطف بھی آنے لگتا ہے اور اس کو دنیا میں بھی قلبی سکون ملتا ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ اللہ کی یاد سے دلوں کو سکون ملتا ہے۔

5 ذکر اللہ سے دل کو قوت ملتی ہے اور اس قوت کی وجہ سے انسان مصائب و مشکلات اور پریشانیوں میں گھبراتا نہیں۔ (بحوالہ اصلاحی تقریریں، مفتی اعظم پاکستان محمد رفیع عثمانی)

جان محمد مانسہروی

بقیہ: نجوم ہدایت

بھی پتھر بندھا ہوا تھا۔ حضور ﷺ نے کدال کی ایک ضرب ہی لگائی تھی کہ چٹان ریزہ ریزہ ہوگئی۔ اسی دوران میں حضرت جابر ؓ گھر جانے کی اجازت چاہی۔ آپ ﷺ نے اجازت دی تو وہ اپنے گھر گئے اور گھر والوں سے حضور ﷺ کی حالت بیان کی اور پوچھا کہ کچھ کھانے کو ہے؟ بیگم نے کہا کہ جو اور بکری کا ایک بچہ ہے۔ آپ ؓ نے بکری کا بچہ ذبح کیا جو پیسے آٹا گوندھا۔ پھر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کھانے کی دعوت دی۔ آپ ﷺ نے دعوت قبول فرمائی اور تمام مہاجرین وانصار کو کہا کہ جابر کے ہاں دعوت ہے سب چلو۔ ساتھ ہی حضرت جابر ؓ سے کہا کہ بیگم سے کہو کہ جب تک میں نہ آؤں ہانڈی چولہے سے نہ اتارے۔ حضرت جابر ؓ کہتے ہیں کہ میں پریشان ہوگیا کہ اب کیا ہوگا؟ بیگم سے ذکر کیا تو کہنے لگی تم نے کھانے کے بارے میں حضور ﷺ کو کچھ بتایا تھا؟ میں نے اثبات میں جواب دیا تو کہنے لگی پھر پروا نہیں۔ اتنے میں حضور ﷺ تشریف لائے اپنے ہاتھ سے سب کو کھانا تقسیم کیا۔ سب نے پیٹ بھر کر کھایا اور بچ بھی گیا۔ بخاری کی روایت کے مطابق کھانا کھانے والوں کی تعداد ایک ہزار تھی۔ غزوۂ احزاب کے بعد حضرت جابر ؓ کو غزوہ بنی مصطلق میں بھی حضور ﷺ کی ہم رکابی کا شرف حاصل ہوا۔ اس کے آپ ؓ جنگِ انمار میں بھی شریک ہوئے۔ اس کے بعد بیعت رضوان کا واقعہ پیش آیا۔ حضرت جابر ؓ ان خوش نصیبوں میں بھی شامل تھے آپ ؓ غزوۂ خیبر اور پھر غزوۂ ذات الرقاع میں بھی شریک ہوئے۔

اس غزوہ سے واپسی پر حضرت جابر ؓ کا اونٹ اچانک رک گیا۔ حضور ﷺ نے دیکھا تو پوچھا: ”کیا ہوا؟“ انہوں نے عرض کیا: ”حضور! پتا نہیں یہ کیوں اڑ گیا ہے چلنے کا نام نہیں لیتا۔“ آپ ﷺ نے اسے ایک کوڑا رسید کیا تو پہلے سے زیادہ تیز چلنے لگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اسے میرے ہاتھ فروخت کردو۔“ آپ ؓ عرض کرنے لگے: ”میرے ماں باپ آپ پر قربان! فروخت نہیں کروں گا بلکہ یہ آپ کی نذر ہے۔“ حضور ﷺ نے فرمایا: ”نہیں قیمت ضرور ملے گی۔“

انہوں نے مدینے تک مہلت مانگی۔ آپ ﷺ نے دے دی۔ مدینہ منورہ پہنچ کر حضرت جابر مہار تھامے بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوئے اور کہا: ”حضور! قبول فرمائیے۔“ آپ ﷺ نے ارد گرد چکر لگا کر دیکھا اور فرمایا: ”کیسا عمدہ اونٹ ہے۔“ پھر حضرت بلال ؓ کو حکم دیا کہ اسے اتنے اوقیہ (کچھ مقدار بتائی) سونا دے دو۔“ انہوں نے سونا تول دیا اور کچھ اوپر سے بھی عطا کیا۔ پھر پوچھا: ”تمہیں اونٹ کی قیمت وصول ہوگئی؟“ عرض کیا: ”ہاں! اللہ کے رسول۔“ پھر فرمایا: ”جاؤ اونٹ بھی لے جاؤ! یہ میری طرف سے تمہیں ہدیہ ہے۔“

رجب 8 ہجری میں سریہ 'سیف البحر' کی ایک سمندری مہم میں بھی حضرت جابر ؓ ابوعبیدہ بن الجراح ؓ کے ہم رکاب رہے۔ اسی طرح فتح مکہ کے بعد حضرت جابر ؓ نے حنین کے معرکے میں بھی بے مثال دادِ شجاعت دی۔ اس کے اگلے سال تبوک کے مشکل سفر میں بھی حضور ﷺ کی ہم رکابی کا شرف حاصل کیا۔ اسی طرح آپ ؓ حجۃ الوداع 10 ہجری میں بھی حضور ﷺ کے ساتھ تھے۔ 11 ہجری میں حضور ﷺ نے دنیا سے پردہ فرمایا تو حضرت جابر ؓ غم سے نڈھال ہوگئے۔ اور مسجد نبوی میں بیٹھ کر ہمہ تن درس و تدریس میں مشغول ہوگئے۔ ان کے وقت کا زیادہ تر حصہ قرآن پڑھانے اور حضور ﷺ کے ارشادات دوسروں تک پہنچانے میں صرف ہوتا تھا۔ آپ ؓ سے استفادہ کے لیے لوگ دور سے آیا کرتے تھے۔ حضرت جابر ؓ نے دو شادیاں کی تھیں۔ پہلی بیوی کا نام سہیلہ بنت مسعود تھا۔ ان کا تعلق انصار کے قبیلے ظفر سے تھا۔ سہیلہ کے پہلے خاوند احد سے پہلے فوت ہو چکے تھے۔ حضرت جابر کے والد حضرت عبداللہ ؓ نے غزوۂ احد میں شہادت پائی تو انہوں نے اپنے پیچھے حضرت جابر ؓ کے علاوہ دس کے قریب چھوٹی بچیاں چھوڑیں۔ ان کی والدہ فوت ہو چکی تھیں۔ اس لیے پرورش اور نگرانی کے لیے حضرت سہیلہ بنت مسعود سے نکاح کرلیا۔ حضور ﷺ کو معلوم ہوا تو آپ ﷺ نے حضرت جابر ؓ سے فرمایا: ”جابر! تم نے بیوہ سے نکاح کیوں کیا؟“ انہوں نے عرض کیا: ”حضور! بہنیں چھوٹی تھیں کسی ایسی ہوشیار عورت کی ضرورت تھی جو ان کے بال سنوارتی، کپڑے سی کردیتی۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ”تب تو تم نے ٹھیک کیا۔“ حضرت جابر ؓ کا دوسرا نکاح ام حارث سے ہوا جو حضرت محمد بن مسلمہ انصاری ؓ کی صاحبزادی تھیں۔ ان دونوں بیویوں سے ان کے تین لڑکے اور تین لڑکیاں تھیں۔ حضرت جابر کا شمار فضلا صحابہ میں ہوتا ہے۔ قرآن وحدیث اور فقہ سے انہیں خاص شغف تھا۔

آپ فتویٰ بھی دیا کرتے تھے اہل مدینہ کو ان کے فتاویٰ پر پورا اعتماد تھا۔ آپ کو احادیث سے خاص عشق تھا۔ آپ سے ایک ہزار پانچ سو چالیس احادیث مروی ہیں۔ حدیث کے ساتھ عشق کا اظہار اس واقعہ سے ہوتا ہے۔

ایک مرتبہ صرف ایک حدیث کی سماعت کے لیے آپ حضرت مسلمہ بن مخلد انصاری ؓ کے پاس مصر تشریف لے گئے اور اپنا مدعا بیان کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ ہاں! میں نے حضور ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ”جس نے کسی مسلمان کے عیب کی پردہ پوشی کی تو گویا اس نے زندہ درگور کی ہوئی لڑکی کو زندہ کیا۔“ حضرت جابر ؓ یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور فوراً بغیر رکے مدینہ طیبہ کے لیے روانہ ہوگئے۔ رضی اللہ عنہ



قصور تو اپنا ہے!

عتیق احمد صدیقی

"ذرا یہ پکڑنا میں ابھی آیا۔"

نوید نے ہاتھ میں پکڑے شاپنگ بیگ عاصم کی طرف بڑھاتے ہوئے، دوسرے ہاتھ کی چار انگلیاں بند اور سب سے چھوٹی انگلی (چھنگلی/ چھنگلیا) بند کر کے مخصوص اشارہ کیا۔

عاصم نے شاپنگ بیگ لے لیے اور سامنے موجود آئس کریم پارلر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: "میں وہاں بیٹھا ہوں...... وہیں آجانا۔"

نوید اثبات میں سر ہلا کر واش روم کی طرف بڑھ گیا۔

ان دونوں کی دوستی زیادہ پرانی نہیں تھی...... تقریباً ڈیڑھ ماہ پہلے انہوں نے ایک ہی کالج میں داخلہ لیا تھا اور بس یہی ان کی دوستی کی کل عمر تھی...... آج شاپنگ سینٹر میں بس اتفاقاً ہی ملاقات ہوگئی تھی۔ نوید تھوڑی ہی دیر بعد آئس کریم پارلر میں داخل ہوا جہاں عاصم اپنے پسندیدہ فلیور کی آئس کریم اڑا رہا تھا۔ نوید کو دیکھ کر اس نے کہا: "بھئی اپنے لیے بھی آئس کریم لیتے آؤ...... بل میرے ذمے۔"

نوید نے اپنے لیے آئس کریم لی اور عاصم کے سامنے والی نشست پر بیٹھتے ہوئے بولا: "یار!...... اتنا بڑا اور ماڈرن شاپنگ مال ہے مگر واش روم میں یورنیل Urinal تک نہیں، بڑی مشکل ہوئی...... یورنیل سے بڑی سہولت رہتی ہے...... کیا خیال ہے؟"

"یورنیل!؟...... یہ کیا ہوتا ہے بھلا......؟" عاصم نے ذرا حیرت سے پوچھا۔

"ارے، تم یورنیل نہیں جانتے!...... یورنیل، وہی جو واش روموں میں نصب ہوتے ہیں...... پیشاب کی حاجت ہو تو بس...... زپ کھولی اور ایک منٹ میں فراغت......"

"میں نے آج تک یہ بے ہودہ چیز استعمال ہی نہیں کی...... اس لیے سہولت کے بارے میں کیا کہہ سکتا ہوں۔" عاصم نے جواب دیا۔

"بے ہودہ چیز!......" نوید نے قدرے حیرت سے دہرایا۔ "کیا مطلب ہے تمہارا!؟"

"بالکل بے ہودہ...... بلکہ شیطانی......"

عاصم نے اپنی بات زیادہ شدت کے ساتھ دہرائی تو نوید نے، جو تعجب بھری نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا، کہا: "حیرت ہے یار!...... بھلا یورنیل میں بے ہودگی اور شیطانی کہاں سے آگئی...... یہ تو ایک ضرورت اور سہولت کی چیز ہے۔"

"تمہیں میرے ایک بے ہودہ چیز کو بے ہودہ کہنے پر حیرت ہوئی اور میں حیران ہوں کہ تمہیں اپنے دین کی ایک بالکل بنیادی بات کا ہی علم نہیں ہے۔" عاصم نے تلخ لہجے میں کہا۔

"لو بھئی، اور لو...... اب اس میں دین کہاں سے آگیا...... یہ تو ایک سہولت کی چیز ہے...... اب دیکھو نا، بندہ جینز پہنے ہو تو بڑی مشکل ہوتی ہے، میرا مطلب ہے......!"

"میں تمہارا مطلب سمجھتا ہوں۔"

عاصم نے ہاتھ اٹھا کر نوید کو مزید کچھ کہنے سے روکا۔

"یوں بھی یہ ایک تمہارا ہی قصہ نہیں...... بدقسمتی سے آج بہت سے نوجوان ایسے مسائل سے لاعلم ہیں...... اور اس کی وجہ یہی ہے کہ انہیں اپنے دین کے بارے میں کچھ بتایا ہی نہیں گیا...... اور جو ماحول انہیں ملا، اس میں ایسی باتوں کو کوئی اہمیت ہی نہیں دی جاتی۔"

"پتا نہیں تم کیا کہنا چاہ رہے...... میری سمجھ میں تو تمہاری باتیں نہیں آ ئیں۔" نوید کے لہجے میں ہلکی سی بےزاری تھی اور چہرے پر ناگواری کے تاثرات۔

"تمہیں میری بات ناگوار گزری ہے، اس کے لیے میں معذرت خواہ ہوں۔"

عاصم نے کہا..... لمحہ بھر توقف کیا، ایک گہری نگاہ نوید پر ڈالی..... وہ خاموش رہا تو عاصم نے بات آگے بڑھائی:

"دیکھو میرے دوست!..... ہم مسلمان ہیں اور اسلام ہمارا دین جو زندگی کے ہر شعبے میں، بلکہ قدم قدم پر ہماری رہنمائی کرتا ہے، مگر پاکیزگی اور طہارت کو تو دین کی بنیاد اور نصف ایمان قرار دیتا ہے..... یعنی اس کا بالکل صاف اور واضح مطلب یہ ہے کہ اگر ہم مسلمان اور صاحبِ ایمان ہیں تو اس کے قائم اور برقرار رکھنے کے لیے ہمیں پاکیزگی اور طہارت کا خصوصی خیال رکھنا اور اہتمام کرنا ہوگا..... پاکیزگی و طہارت کیا ہے؟..... اسے کیسے حاصل کیا جاسکتا ہے؟ اور کیسے قائم رکھا جاسکتا ہے؟..... اس حوالے سے قرآن وسنت میں مکمل رہنمائی موجود ہے....."

"ارے تم نے ہاتھ کیوں روک لیا..... دیکھو، آئس کریم پگھل کر خراب ہو رہی ہے۔"

عاصم نے بات روک کر نوید کی توجہ آئس کریم کی طرف دلائی جو پوری توجہ اور انہماک سے اس کی بات سن رہا تھا۔

"آں..... ہاں....." نوید چونکا اور آئس کریم چمچ میں لیتے ہوئے کہا:

"ہاں! میں لے رہا ہوں، تم بات کرو۔"

عاصم نے گفتگو کا ٹوٹا ہوا سلسلہ جوڑا: "ہمارے دین میں پاکیزگی اور طہارت کی جو اہمیت ہے اس کا اندازہ نبی کریم ﷺ کی اس حدیث مبارکہ سے لگایا جاسکتا ہے جس میں آپ ﷺ نے طہارت کو نصف ایمان قرار دیا ہے..... اس کا دوسرا مطلب اس کے سوا کیا ہے کہ جو مسلمان طہارت اور پاکیزگی کا اہتمام نہیں کرتا اس کا ایمان مکمل نہیں ہے۔ اور جس کا ایمان ہی مکمل نہیں تو اس کا دین سے کیا اور کتنا تعلق رہ جاتا ہے، یہ بات سمجھنا مشکل نہیں۔"

"طہارت اور پاکیزگی کی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ ناپاکی کی حالت میں کوئی عبادت نہیں کی جاسکتی..... قرآن کریم کو چھونے تک کی اجازت نہیں..... نماز کے لیے پہلی شرط پاکیزگی ہے جو وضو سے حاصل ہوتی ہے۔ اور وضو کی اہمیت صرف اس ایک بات سے واضح ہوجاتی ہے کہ اگر نماز پڑھتے ہوئے وضو ٹوٹ جائے تو نمازی کو حکم ہے کہ وہ فوراً جماعت سے نکل جائے، دوبارہ وضو کرکے جماعت میں شامل ہو اور چھوٹ جانے والی رکعت یا رکعات کی قضا کرے..... اور اگر پوری جماعت ہی نکل گئی تو دوبارہ تنہا نماز ادا کرے..... حالاں کہ ہمارے دین میں نماز کی باجماعت ادائی پر بہت زور دیا گیا ہے اور تنہا نماز پڑھنے کے مقابلے میں جماعت سے نماز پڑھنے کا ثواب کئی گنا زیادہ ہے۔"

"تم نے کہا، اگر کسی شخص کا جماعت کے دوران وضو ٹوٹ جائے تو اسے جماعت سے نکل جانا چاہیے۔" نوید نے عاصم کے بات کے دوران توقف کرنے پر کہا: "مجھے خیال آیا کہ کوئی شخص اگر اگلی صفوں میں ہو یا صف کے درمیان میں ہو اور اسے جماعت سے باہر آنا پڑے تو وہ کیسے آئے گا؟..... کیوں کہ مجھے اتنا تو معلوم ہے کہ نماز پڑھتے شخص کے سامنے سے گزرنا منع ہے اور جماعت سے باہر آنے والے کو بہرحال دوسرے نمازیوں کے سامنے سے گزرنا ہوگا۔"

"تم نے بہت اچھا اور اہم سوال کیا ہے۔" عاصم نے مسکراتے ہوئے نوید کو دیکھا اور کہا۔

"بے شک نماز پڑھتے شخص کے سامنے سے گزرنا منع اور اس کا سخت گناہ ہے، مگر ایک تو یہ بات یاد رکھو کہ جماعت میں امام کا سترہ سب مقتدیوں کی طرف سے کافی ہوتا ہے، اس لیے ضرورت پڑنے پر مقتدیوں کے سامنے سے گزرا جا سکتا ہے..... مگر اس کے ساتھ اس بات سے وضو اور پاکیزگی کی اہمیت بھی مزید واضح ہوجاتی ہے کہ گرچہ صفوں کے درمیان میں سے گزر کر پیچھے آنا پڑے مگر بغیر وضو کے نماز میں شامل رہنا بہت بڑا گناہ ہے۔ اسی طرح ہمارا دین پاکیزگی اور طہارت کے حوالے سے رہنمائی کرتے ہوئے ہمیں پیشاب سے جسم اور لباس کو بچانے کی تلقین کرتا ہے، حدیث مبارکہ ہے:

تَنَزَّهُوْا مِنَ الْبَوْلِ فَاِنَّ عَامَّةَ عَذَابِ الْقَبْرِ مِنْهُ. (رواہ الدارقطنی)

"پیشاب سے، بہت بچو کہ اکثر عذاب قبر اسی سے ہے۔"

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا گزر دو قبروں پر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: جو دو آدمی ان قبروں میں مدفون ہیں ان پر عذاب ہو رہا ہے۔ اور کسی ایسے گناہ کی وجہ سے یہ عذاب نہیں ہو رہا ہے، جس کا معاملہ بہت مشکل ہوتا (یعنی جس سے بچنا بہت دشوار ہوتا، بلکہ یہ دونوں اپنے ایسے گناہ کی پاداش میں عذاب دیے جا رہے ہیں جس سے بچنا کچھ زیادہ مشکل نہ تھا) ان میں سے ایک کا گناہ تو یہ تھا کہ وہ پیشاب کی گندگی سے بچاؤ کی یا پاک صاف رہنے کی کوشش اور فکر نہیں کرتا تھا۔ اور دوسرے کا گناہ یہ تھا کہ وہ چغلیاں لگاتا پھرتا تھا..... پھر رسول اللہ ﷺ نے کھجور کی ایک تر شاخ لی اور اس کو بیچ سے چیر کر دو ٹکڑے کیا، پھر ہر ایک قبر پر ایک ایک ٹکڑا گاڑ دیا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ آپ نے کس مقصد سے کیا؟

آپ ﷺ نے فرمایا: امید ہے کہ جس وقت تک شاخ کے یہ ٹکڑے بالکل خشک نہ ہوجائیں ان دونوں کے عذاب میں تخفیف کردی جائے گی۔ (صحیح بخاری و مسلم)

اب ذرا یورینل پر غور کرو..... بے شک، بقول تمہارے یہ ایک ضرورت اور سہولت کی چیز ہے، مگر اس کو استعمال کرتے ہوئے ہم پیشاب کے چھینٹوں یا قطروں سے اپنے جسم اور لباس کو کسی صورت بچا نہیں سکتے..... جبکہ ہمارا دین اس سے بچنے کی سخت تاکید کرتا ہے اور مکمل پاکیزگی کے لیے استنجا کو لازمی قرار دیتا ہے..... یورینل کی ایک 'سہولت' لوگوں کے نزدیک یہ بھی ہے کہ اس میں سرے سے استنجا کا کوئی 'جھنجٹ' ہی نہیں ہے۔"

نوید عاصم کی باتوں سے متاثر نظر آ رہا تھا۔ اس کے بات مکمل کر لینے پر گہری سانس بھر کر کہا: "ہاں بھئی!..... یہ امریکا اور یورپ والے اسلام کے خلاف سازشوں میں لگے رہتے ہیں..... تمہاری باتوں نے میری آنکھیں کھول دی ہیں..... واقعی یورینل بظاہر تو ایک بے ضرر، فائدے اور سہولت کی چیز ہے، مگر اصل میں تو یہ ہمارا ایمان برباد کر رہی ہے....."

"نہیں بھئی..... ایسی بات نہیں....." عاصم نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"یہ کوئی سازش وازش نہیں ہے..... ہر بات کو کفار کی سازش سے جوڑنا دانش مندی نہیں بلکہ خود کو دھوکا دینے اور اپنی بدعملی کو دوسروں کے سر منڈھ دینے والی بات ہے..... مغربی معاشرے میں اگر ایسی چیزیں رائج ہیں تو وہ ان کی ضرورت اور سہولت ہی کے مطابق ہیں..... وہ غیر مسلم ہیں..... وہاں نہ پاکیزگی کا تصور ہے نہ ہی عبادت کے لیے ایسے کسی اہتمام کی ضرورت..... ان سے شریعت کو طہارت مطلوب بھی نہیں ہے..... بلکہ ان سے تو اللہ تعالیٰ کا پہلا تقاضا کفر و شرک کی سب سے بڑی نجاست کو چھوڑنے کا ہے..... کہ ان سے آخرت میں اسی کا حساب ہونا ہے..... قصور تو ہمارا اپنا ہے کہ ہر بات میں بغیر سوچے سمجھے مغرب کی نقالی شروع کردیتے ہیں..... مغرب کی ایجادات سے فائدہ اٹھانے میں کوئی مضایقہ نہیں لیکن ہمیں بہرحال اپنے ایمان کے تقاضوں، دینی اقدار اور اسلام کے معاشرتی پہلوؤں کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔"

نوید کے چہرے پر گہری سوچ کے تاثرات تھے۔ وہ لاشعوری طور پر تائید میں سر ہلا رہا تھا۔ عاصم نے مسکرا کر اسے دیکھا اور اپنی پگھلتی آئس کریم کی طرف متوجہ ہوگیا۔

کچھ وقت اشتیاق احمد رحمۃ اللہ علیہ کے بہترین دوست کے ساتھ

24 نومبر کا وہ دن میرے لیے زندگی کا ایک یادگار دن تھا جب ہم اسلام آباد گئے۔ صبح سویرے ہمیں ابو نے مدرسے سے لیا اور ہم فجر کی نماز پڑھ کر وہاں سے روانہ ہوئے۔ ویسے تو اسلام آباد میں نے چیک اپ کرانے کے لیے جانا تھا، مگر مجھے زیادہ خوشی معروف ناول نگار جناب اشتیاق احمد صاحب کے دوست اور بزرگ لکھاری محترم جناب پروفیسر اسلم بیگ صاحب سے ملنے کی تھی۔ ہم تقریباً پونے آٹھ بجے راولپنڈی پہنچے۔ وہاں کچھ دیر اپنے رشتے داروں کے ہاں رکے اور پھر ہم پروفیسر صاحب سے ملنے چلے گئے۔ پہلے ہمارا ارادہ تھا کہ چیک اپ کروا کے سکون سے ملاقات کریں گے، لیکن ڈاکٹر صاحبنے ڈیڑھ بجے کا وقت دے دیا تھا۔ اس لیے ہم نے پہلے ملاقات کرنے کی ٹھان لی۔ ہم نے پروفیسر صاحب کو فون کیا اور ان کے گھر کی طرف چل پڑے۔ ان کے مکان کے پاس پہنچ کر ہم نے انہیں دوبارہ فون کیا کہ ہم آپ کے گھر کے پاس کھڑے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ میں باہر آ رہا ہوں۔

چند منٹ بعد دروازہ کھلا تو سرخ وسپید چہرے پر خوبصورت مسکرا لیے...... سفید داڑھی اور سفید ہی لباس زیب تن کیے پروفیسر صاحب کھڑے تھے۔ چند لمحے تو ہم ان کی نورانی شکل کو دیکھتے ہی رہ گئے، پھر جلدی سے سلام کا خیال آیا تو بڑھ کر سلام کیا۔ انہوں نے ہمیں اندر آنے کا کہا تو ہم اندر چلے آئے۔ انہوں نے موسم کے پھل پیش کیے اور منع کرنے کے باوجود چائے کے لیے کہہ دیا۔ چائے آ گئی۔ چائے سے لطف اندوز ہوتے ہوئے میں نے ان سے فرمائش کی کہ اشتیاق صاحب کی کوئی یادگار چیز یا کوئی تحریر آپ کے پاس ہے تو دکھائیں۔

انہوں نے ایک لفافہ دیا جس پر اشتیاق احمد صاحب کے ہاتھ کی تحریر لکھی ہوئی تھی۔ انہوں نے وہ مجھے عنایت فرما دی، پھر میں نے اشتیاق صاحب کے ہاتھ کی لکھی تحریر کے ساتھ ہی ان کا آٹوگراف مانگا۔ انہوں نے کہا کہ اشتیاق احمد صاحب کو جو جملہ پسند تھا، مجھے بھی وہی پسند ہے یعنی "زندگی آمد برائے بندگی، زندگی بے بندگی شرمندگی۔"

عکاشہ نیازی۔ لادہ

اس کے ساتھ دلفریب خوشبو کا ایک حسین تحفہ، ماہنامہ 'تنزیل' اور 'محاسن اسلام' کا ایک ایک شمارہ بھی عنایت فرمایا۔ اپنی زندگی کی پہلی کہانی بھی دکھائی جو 'روزنامہ جنگ' (بچوں کے صفحے) پر 1965ء میں شائع ہوئی تھی، جب وہ میٹرک میں تھے۔

ان کی کہانی کا نام تھا 'ادلے کا بدلہ' جس پر انہیں روزنامہ جنگ والوں نے پانچ روپے انعام بھی دیا تھا۔ وہ فرما رہے تھے کہ "مجھے یاد ہے کہ اس زمانے میں کلو والا ڈالڈا گھی بھی پانچ روپے میں آتا تھا۔"

پھر انہوں نے بتایا کہ جلد ہی میری ایک کتاب شائع ہونے والی ہے تو میں نے ان سے فرمائش کی کہ 'ادلے کا بدلہ' کو بھی اس کتاب کے لیے منتخب کریں۔ انہوں نے حامی بھر لی، پھر جب ابو جان نے انہیں بتایا کہ ہم اس کے چیک اپ کے لیے آئے ہیں تو انہوں نے پوچھا کہ کیا مسئلہ ہے؟ ہم نے انہیں بتایا کہ سانس کا مسئلہ ہے، تو فرمانے لگے کہ یہ بیماری تو عموماً حساس اور دانش مند لوگوں کو ہوتی ہے۔ مجھے خود بھی مسئلہ ہے، اشتیاق صاحب کو بھی یہی مسئلہ تھا۔"

حسن اتفاق دیکھیے کہ جو دوائیاں وہ استعمال کر رہے تھے، وہی ڈاکٹر نے بعد میں مجھے بھی دیں...... قصہ مختصر ہم نے ان سے اجازت چاہی۔

ان کا ایک جملہ مجھے نہیں بھولتا۔ جب ہم ان کے گھر میں داخل ہوئے تو ابو سے کہا کہ یہ تو اپنے دور کے اشتیاق صاحب ہیں...... جب بھی یہ جملہ یاد آتا ہے تو دل میں ایک خوشی کی لہر دوڑ جاتی ہے۔

خیر پھر ہم ان سے رخصت ہو کر اسلام آباد میں مزید کافی جگہوں پر گئے مگر اصل لطف تو ان سے ملاقات میں ہی آیا...... اللہ رب العزت پروفیسر صاحب کی عمر میں برکت عطا فرمائے۔ خوشیوں والی لمبی عمر اور اخروی زندگی میں بھی ڈھیروں خوشیاں دیکھنا نصیب فرمائے آمین۔

اس سفر میں ہم نے جناب اشتیاق صاحب رحمہ اللہ کی کتاب 'تھالی کا بینگن' اور ان کا نیا ناول 'شیشے کی سازش' بھی خریدا۔ اللہ تعالیٰ حضرت اشتیاق احمد مرحوم کی مغفرت فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے آمین۔

☆☆☆

شمارے کے مشکل الفاظ کے معنی اور استعمال

لفظ	تلفظ	استعمال
داعی	دَاعِی	بلانے والا، دعوت دینے والا
حسنِ خاتمہ		اچھا خاتمہ، مرتے وقت کلمہ نصیب ہونا
نماز پنج گانہ		پانچوں وقت کی نماز
شید	شیے دَا	عاشق، چاہنے والا
راہب	رَاہِب	عیسائی عابد، تارک الدنیا
دیدہ دل فرش راہ کرنا		بہت آؤ بھگت کرنا (محاورہ)
وفور	وُفُور	بہتات، کثرت
موہوم	مَوہُوم	قیاسی، فرضی
یک جدی		ایک دادا کی اولاد
حشو وزوائد	حَشو	بھرتی کی چیزیں، فضول بات یا کلام
برگشتہ	بَرگَش تَہ	پھرا ہوا، مخالف، باغی
مبارزت	مُ بَا رَزَت	لڑنے کے لیے صف سے باہر آنا

جنون کا طوفان

18

اشتیاق احمد

"معلوم ہوتا ہے ... اس محل پر واقعی جنوں کا قبضہ ہو چکا ہے۔"

انسپکٹر جمشید بڑبڑائے۔

"یا اللہ رحم! ... ہم تو اب تک یہی خیال کر رہے تھے کہ یہ جن نما انسانوں کی شرارت ہے۔"

فاروق گھبرا گیا۔

"نہیں! اس بار ہمیں جنوں سے ہی مقابلہ کرنا ہوگا..."

انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"بہتر ہوگا کہ ہم یہاں سے نکل چلیں ... ہم کوئی عامل نہیں ہیں کہ ان کا مقابلہ کر سکیں۔" خان رحمان نے فوراً کہا۔

"ہم عامل نہ سہی ... لیکن ہمارے ساتھ پروفیسر داؤد کسی عامل سے کم بھی نہیں ہیں ... کیا خیال ہے انکل؟!" فرزانہ مشکل سے مسکرائی۔

"دم تو نکلا جا رہا ہے ... اور آپ یہاں رہنے پر بضد بھی ہیں ..."

فاروق نے اسے گھورا۔

"اب کیا کریں ... پھنس جو گئے ہیں ..." فرحت بول اٹھی۔

"ایک منٹ ... ذرا میں ان کرسیوں کو چھو کر دیکھ لوں ..."

ایسے میں انسپکٹر جمشید بولے۔

"چھو کر دیکھنے سے کیا ہوگا ابا جان!"

"ایک بات کا یقین کرنا چاہتا ہوں ... یہ کہ کہیں ہماری آنکھیں دھوکا تو نہیں کھا رہیں۔"

اتنا کہہ کر وہ آگے بڑھ گئے ... باقی سب پیچھے کھڑے انہیں دیکھ رہے تھے ... پہلی کرسی کے پاس پہنچ کر انہوں نے ایک نظر ان سب پر ڈالی اور پھر بولے:

"آپ سب اس طرف دیوار سے لگ جائیں ... ہو سکتا ہے ... یہ کرسی مجھے اچھال پھینکے ... اور میں آپ میں سے کسی سے ٹکرا جاؤں۔"

"اوہ ہاں ... جس طرح کھوپڑیوں والے کمرے کا دروازہ کھولنے پر ہوا تھا..."

خان رحمان بولے ... اور سب لوگ ایک طرف ہٹ گئے ... جونہی انسپکٹر جمشید کا ہاتھ کرسی کی طرف بڑھا، ان کے دل دھڑک اٹھے اور فرزانہ تو چلا ہی اٹھی:

"ایک منٹ ابا جان!"

"کیا بات ہے فرزانہ؟"

"آپ اپنے جسم کی بجائے کسی چیز کو کرسی سے کیوں نہیں چھو کر دیکھ لیتے۔"

"اس سے کیا ہوگا؟"

"کم از کم آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

"نہیں ... یونہی چلنے دو..."

یہ کہہ کر انہوں نے کرسی کو ہاتھ لگا دیا ... اور پھر انہوں نے چونک کر اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔

"اُف! ... یہ تو آگ کی طرح گرم ہے۔"

"جن بھی تو آگ سے پیدا کیے گئے ہیں۔"

پروفیسر داؤد نے سر ہلایا۔

"جب ہم پہلے آئے تھے اور میں نے تخت کو چھو کر دیکھا تھا... اس وقت تو تخت گرم نہیں تھا۔"

"اس وقت جنوں کا پروگرام شروع نہیں ہوا تھا..." فاروق نے جلدی سے کہا۔

اچانک انہوں نے ایک پرہول منظر دیکھا ... تمام کرسیاں اور تخت خود بخود فرش سے اوپر اٹھ رہے تھے۔

"ارے باپ رے ..." شوکی چلایا۔

"خبردار! ... پرسکون رہو۔" انسپکٹر کامران مرزا غرائے۔

اور انہیں جیسے سانپ سونگھ گیا ... وہ دم بخود ہو کر تخت اور کرسیوں کو دیکھنے لگے ... اب وہ سب کی سب ناچ رہی تھیں ... یعنی گھوم رہی تھیں ... لیکن گھومنے کا انداز ایسا تھا جیسے باقاعدہ ناچ رہی ہوں۔"

"کک ... کر ... کرسی ... کرسیوں کا ناچ۔" آفتاب بری طرح ہکلایا۔

ان کے رنگ اب بالکل اڑ چکے تھے ... ایسے میں انہوں نے انسپکٹر جمشید اور انسپکٹر کامران مرزا کی طرف دیکھا ... وہ بھی سکتے کے عالم میں اس منظر کو دیکھ رہے تھے ... اور پھر ناچتی کرسیاں ان کی طرف بڑھنے لگیں۔

"پیچھے ہٹ جاؤ ... جلدی سے ... کہیں ہم ان کی لپیٹ میں نہ آ جائیں۔"

خان رحمان چلائے۔

وہ سب لوگ ایک دم پیچھے ہٹے ... اور آپس میں الجھ گئے ... پروفیسر داؤد تو گر ہی پڑے ... آصف نے جلدی سے انہیں اٹھایا ... کرسیاں اب بھی ان کی طرف بڑھ رہی تھیں ... یہاں تک کہ وہ اس میدان سے نکل گئے ... ان کے نکلتے ہی کرسیاں ایک جگہ رک کر گھومنے لگیں اور پھر آہستہ آہستہ اپنی جگہ پر چلی گئیں ... پہلے کچھ لمحات تک ناچتی رہیں پھر آہستہ آہستہ فرش پر اترنے لگیں۔

"اف مالک!... کرسیوں کا ناچ ختم ہو گیا۔"

"ابھی تک کوئی جن خود ہمارے سامنے نہیں آیا... یہ عجیب بات ہے۔"

آصف نے کچھ سوچ کر کہا۔

"پردے میں رہتے ہیں بے چارے ... مؤنث جن ہوں گے۔"

خان رحمان بولے۔

"مطلب یہ ہوا کہ آہستہ آہستہ محل میں ہمارے لیے یہ راستہ بند ہوتا جا رہا ہے ... نہ تو ہم کھوپڑیوں والے کمرے میں داخل ہو سکے ... نہ سانپوں والے کمرے میں ... نہ کوئی اور کمرے اپنے لیے دیکھ سکے ... اب یہاں بھی ان کرسیوں نے ہمارا راستہ روک دیا ... جلد ہی رات ہو جائے گی ... رات کی تاریکی ہمارے لیے اور بھی مشکلات پیدا کر دے گی ... بھئی جمشید! ... کیوں نہ ہم واپس ہی چلے جائیں؟"

پروفیسر داؤد نے فکرمند ہو کر کہا۔

"نہیں پروفیسر صاحب! ... اب ہم نہیں جائیں گے ... میرا ایک نظریہ ہے، اس نظریے کا کہنا یہ ہے کہ محل میں ہی رہا جائے ... چاہے کچھ بھی ہو جائے۔"

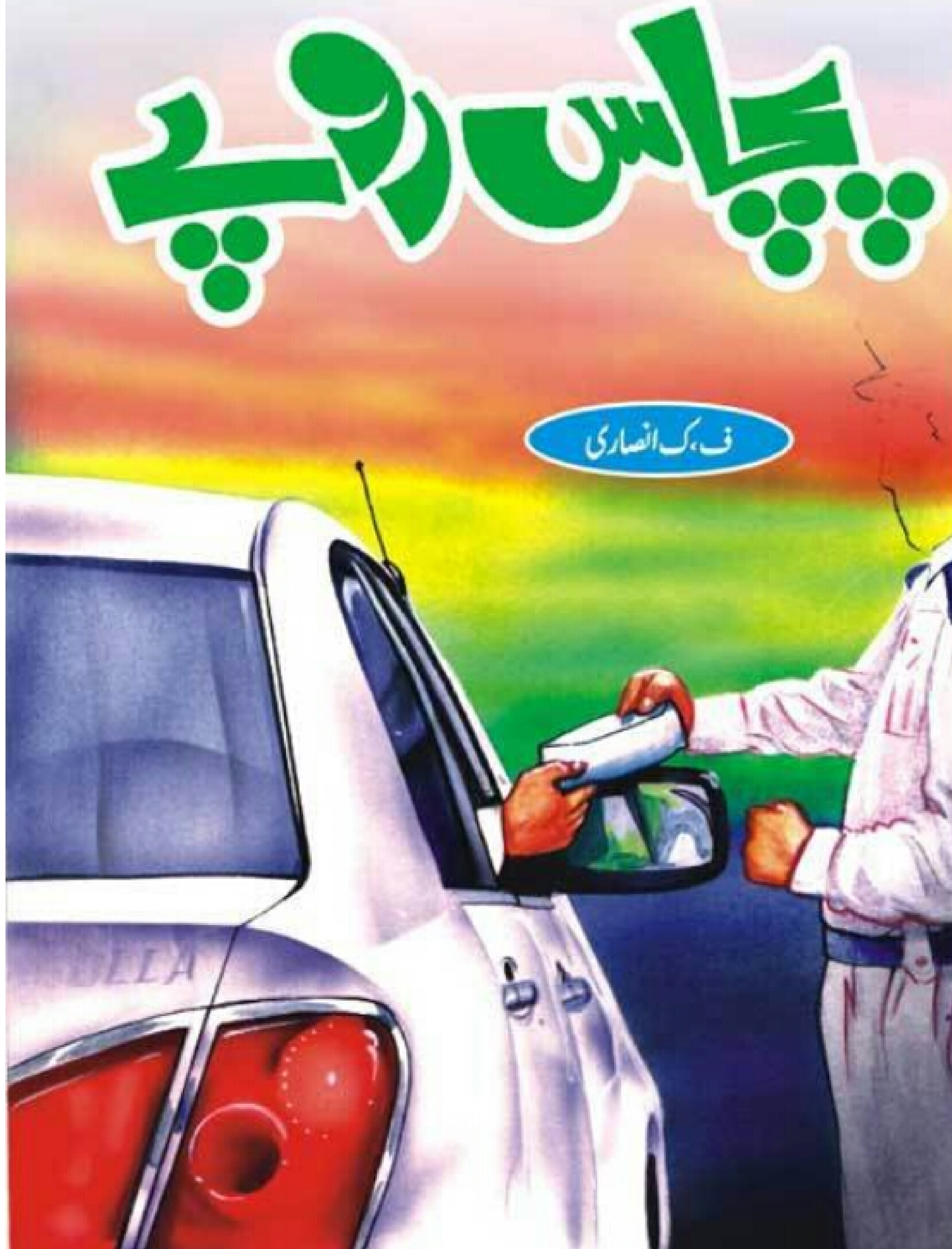
"لیجیے اب نظریے بھی باتیں کرنے لگے۔"

فاروق کے لہجے میں حیرت تھی۔

"جنوں کا ایک طریقہ ہوتا ہے ... اور وہ یہ کہ پہلے تو ہمیں خوب ڈرانے دھمکانے کی کوشش کریں گے ... اگر ہم ڈر گئے تو وہ (باقی صفحہ 15 پر)

پچاس روپے

ف، ک انصاری



"جی کیا کہا آپ نے؟" پولیس کانسٹیبل کے لہجے میں حیرت نمایاں تھی۔

"مجھے صرف بیس روپے چاہئیں، میں نیپا چورنگی سے پیدل آرہا ہوں، اب گھر تک جانے کے لیے کرایہ نہیں ہے جیب میں۔ اگر آپ صرف بیس روپے دے دیں تو میں کل ان شاء اللہ آپ کو واپس کر دوں گا۔"

اس نے کہا تو کانسٹیبل نے غور سے اسے دیکھا۔ وہ کسی کالج یا یونیورسٹی کا طالب علم لگ رہا تھا۔ پولیس کانسٹیبل نے جیب سے 50 کا نوٹ نکال کر اس کی طرف بڑھایا۔ اب حیرت اس طالب علم کے چہرے پر تھی۔

"پچاس روپے؟"

"ہاں رکھ لو...... اور واپس کرنے کی بھی ضرورت نہیں۔"

کانسٹیبل نے نرمی سے کہا تو نوٹ اس نے پکڑ لیا۔

"پانچوں انگلیاں برابر نہیں ہوتیں، آج ثابت ہوگیا۔ مجھے آپ ایمان دار لگے تھے، تبھی آپ سے پیسے مانگے تھے، ورنہ پولیس والے تو لوگوں کی جیبوں سے پیسے نکلواتے ہیں۔"

اس نے مسکرا کر کہا تو جواب میں کانسٹیبل بھی مسکرا دیا۔ تھوڑی ہی دیر بعد وہ اپنے گھر جانے والی بس میں سوار ہو چکا تھا۔

☆

گھر کے قریب پیدل جاتے ہوئے اس نے جیب سے بقیہ تیس روپے نکالے اور کچھ سوچ کر ایک دکان سے اپنے موبائل میں ایزی لوڈ کروالیا اور گھر پہنچتے تک ایک کال پیکج کر لیا۔ کھانے سے فراغت کے بعد اپنے کمرے میں آکر اپنے ایک پرانے دوست کا نمبر ڈائل کیا۔ سلسلہ ملتے ہی سلام دعا کے بعد دوست نے کہا:

"سعید! شکر ہے تمہارا فون آیا۔ تمہارا فون نمبر موبائل میں محفوظ نہیں تھا اور مجھے تم سے ہر صورت آج رات بات کرنی تھی۔ اتفاق دیکھو کہ تم نے کال کر لی۔"

"کیا مطلب...... ہر صورت آج رات بات کرنی تھی؟"

تمہارے لیے ایک زبردست خوش خبری ہے میرے پاس...... مگر مسئلہ یہ تھا کہ آج رات اگر تم سے بات نہیں ہوتی تو شاید یہ خوش خبری نہیں رہتی...... اللہ کا کرنا دیکھو کہ تم نے خود ہی کال کر لی، ورنہ میں بہت پریشان ہو رہا تھا۔"

"اوہ...... اچھا تو بس پھر جلدی سے سنا دو...... جلدی کرو۔" سعید نے بے تابی سے کہا۔

"سعودیہ میں جہاں میں ملازمت کرتا ہوں وہاں ایک ملازم کی ضرورت تھی۔ میرے باس عبدالرحیم صاحب نے مجھے کہا تھا کہ تم پاکستان سے ہی کسی ملازم کا بندوبست کرو۔ میں نے انہیں تمہارا بتایا تو وہ بولے فوراً اپنے اس دوست کے آنے کے انتظامات کرو...... تم پاکستانی بہت محنتی ہو، مجھے بس پاکستان کا ہی بندہ چاہیے...... مسئلہ یہ تھا کہ وقت بہت کم تھا اور تم سے بات نہیں ہو رہی تھی...... مجھے اپنے باس کو صبح تک ہر صورت ہاں یا نہ میں کنفرم کرنا تھا...... تاکہ وہ کوئی اور بندوبست کریں...... اور اب دیکھو کہ تم نے خود ہی فون کر لیا، اب تم اجازت دو تو پھر تمہاری روانگی کے انتظامات کرتے ہیں۔" وسیم نے بڑے ہی شوخ انداز میں کہا۔

"مم...... مجھے یقین نہیں آرہا...... کک...... کیا واقعی تم سچ کہہ رہے ہو وسیم!؟"

سعید کے لہجے میں زمانے بھر کی حیرت تھی۔ کیوں کہ سال بھر سے وہ مختلف کمپنیوں میں انٹرویو دے دے کر تھک چکا تھا۔ اب تک کہیں سے کوئی موہوم سی امید بھی نہیں دلائی گئی تھی اور اب اچانک اتنی زبردست جاب...... ایک ہفتے بعد ہی وہ جدہ میں ملازمت اختیار کر چکا تھا۔ باہر کی ملازمت اور پرکشش تنخواہ کی وجہ سے اس کے خوب رشتے آنے لگے اور سال بعد ہی اس کی شادی بھی ہوگئی۔

☆

سیاہ چمکتی ہوئی کار تیز رفتاری سے کراچی کی شارع پر رواں دواں تھی۔ ایک موڑ مڑتے ہوئے کار آہستہ ہونے لگی اور ایک فٹ پاتھ کے قریب رک گئی۔ کار کا شیشہ سرکا تو اسے باہر کی گرمی کا احساس ہوا۔ فٹ پاتھ پر کھڑے پولیس کانسٹیبل کا جسم پسینے میں شرابور تھا۔

"السلام علیکم!" اس نے دروازہ کھول کر پولیس کانسٹیبل کو مخاطب کیا۔

"وعلیکم السلام!" کانسٹیبل نے حیرت زدہ

سے انداز میں سلام کا جواب دیا تو اس نے کہا:

''آپ اندر آجایئے، مجھے کچھ بات کرنی ہے آپ سے۔''

کانسٹیبل حیران حیران سا کار میں بیٹھ گیا۔ اس نے دروازہ بند کر دیا اور ڈیش بورڈ سے ایک ٹھنڈے یخ جوس کا ڈبہ کانسٹیبل کی طرف بڑھایا۔

''بہت گرمی ہے، پی لیجیے۔''

''لیکن...... میں کچھ سمجھ نہیں پا رہا...... اس سب سے آپ کا کیا مطلب ہے؟''

کانسٹیبل نے جوس کی طرف ہاتھ بڑھایا، مگر پیا نہیں، اگرچہ اسے خوب پیاس لگی ہوئی تھی۔

''آپ کو یاد ہے تقریباً پانچ سال پہلے آپ سے ایک طالب علم نے بیس روپے مانگے تھے؟'' اس نے پوچھا۔

''جی! کیا کہا آپ نے؟''

پولیس کانسٹیبل آج اس دن سے بھی زیادہ حیران ہوا، کیوں کہ اسے وہ لڑکا آج تک بھولا نہیں تھا اور آج ایک اتنی شان دار کار والا اس کے متعلق پوچھ رہا تھا۔

''کیا آپ کو وہ لڑکا یاد ہے؟'' سعید نے بھی قدرے حیران ہو کر کہا۔

''جی...... میں اسے بھول نہیں سکا...... کیوں کہ میری زندگی میں کبھی ایسا ہوا نہیں تھا...... میرے پاس اس دن بس وہی پچاس روپے تھے جو میں نے اس طالب علم کو صرف اس لیے دے دیے تھے کہ وہ طالب علم ہے۔'' پولیس کانسٹیبل نے کہا۔

''آج وہی طالب علم آپ کے سامنے ہے اور یہ سب آپ کے پاس اس حلال کے پچاس روپے کی ہی بدولت ہے الحمدللہ!''

سعید نے مسکرا کر کہا اور پھر اپنی پوری داستان سنائی اور آخر میں کہا:

''میں نے آپ کو کہا تھا ناں کہ آپ مجھے ایمان دار لگے ہیں، تبھی آپ سے پیسے مانگے، لیکن میں اگلے دن آپ کے پیسے لوٹا نہیں سکا تھا۔ آج دینے آیا ہوں۔''

سعید نے یہ کہہ کر ایک سفید لفافہ پولیس کانسٹیبل کی طرف بڑھایا۔ پھولا ہوا سا لفافہ دیکھ کر پولیس کانسٹیبل مسکرا کر بولا: ''بیٹا! مجھے صرف وہ پچاس روپے ہی دے دو...... اگرچہ میں نے کہا تھا کہ واپس کرنے کی ضرورت نہیں...... اور اس لفافے میں صرف پچاس روپے نہیں ہو سکتے۔''

''میں نے اس وقت آپ سے صرف بیس روپے مانگے تھے اور آپ نے مجھے وہ پچاس روپے دیے جس کے بعد آپ کی جیب خالی تھی...... لیکن اس پچاس روپے نے مجھے کہاں سے کہاں پہنچا دیا...... میں جتنے آپ کو دے رہا ہوں، اس رقم سے بھی اگرچہ ان پچاس روپے کا حق ادا نہیں ہو سکتا...... آپ کو یہ تو لینے ہی ہوں گے۔'' سعید نے ضدی بچے کے سے انداز میں کہا۔

کانسٹیبل نے وہ لفافہ لے لیا، چوں کہ اس کی آج کی ڈیوٹی کا وقت ختم ہو گیا تھا، لہٰذا سعید اسے اپنی کار میں ہی اسے اس کے گھر تک لے گیا۔

واپسی پر سعید بہت مطمئن تھا کیوں کہ پولیس کانسٹیبل کو اپنی بیٹی کی شادی کے لیے جتنی رقم درکار تھی، سعید اتنی ہی رقم دے آیا تھا۔ حلال کے صرف پچاس روپے میں اس قدر برکت ہوئی کہ سعید آج تک حیران ہے۔

☆☆☆

چالاک راہب

انتخاب: شیر دل خان۔ چترال

ہمارے علاقے کے نواب صاحب کے پاس ایک عیسائی راہب آیا کرتا تھا۔ وہ راہب ان سے طرح طرح کے گمراہ کر دینے والے سوالات کیا کرتا تھا۔ نواب صاحب چوں کہ دین کے علم سے زیادہ واقف نہیں تھے، اس لیے راہب کی باتیں انہیں پریشان کر دیتی تھیں۔

ایک دفعہ راہب نے ان سے پوچھا:

''نواب صاحب! آپ مسلمانوں کے مذہبی عقائد کے مطابق بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضور ﷺ کی نسبت زیادہ معزز ہیں۔'' (نعوذ باللہ)

اس کی بات سن کر نواب صاحب حیران رہ گئے، بولے:

''وہ کیسے؟''

چالاک عیسائی راہب نے کہا:

''آپ مسلمان خود ہی کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر ہیں اور حضرت محمد ﷺ مدینہ منورہ میں مدفون ہیں۔''

''ہاں! یہ تو ہے۔'' نواب صاحب نے کہا۔

''یہ بتایئے، عیسیٰ علیہ السلام جو آسمان پر ہیں، وہ زیادہ عزت والے ہوئے یا حضرت محمد ﷺ جو زمین میں مدفون ہیں۔''

راہب نے مسکراتے ہوئے کہا۔

سوال سن کر نواب صاحب پریشان ہو گئے، پھر کہنے لگے:

''میرے پاس اتنا علم نہیں ہے کہ آپ کے اس سوال کا جواب دے سکوں لیکن میرے پڑوس میں ایک مولانا صاحب رہتے ہیں، وہ ضرور آپ کے اس سوال کا جواب دے سکیں گے، اگر کہیں تو میں انہیں بلوا لیتا ہوں۔''

راہب کا خیال تھا، اس کے سوال کا جواب کوئی مسلمان نہیں دے سکے گا، چنانچہ فخریہ انداز میں کہنے لگا:

''وہ کیا، میرے اس سوال کا کوئی بھی جواب نہیں دے سکے گا، آپ جسے چاہیں، بلوا سکتے ہیں۔''

نواب صاحب کے بلوانے پر مولانا صاحب تشریف لے آئے، ساری بات سن کر کہنے لگے:

''یہ تو بڑا آسان مسئلہ ہے۔''

اتنا کہہ کر انہوں نے ایک ترازو منگوایا۔ اس کے ایک پلڑے میں ایک سیب رکھ دیا جب کہ دوسرا پلڑہ خالی رہنے دیا۔ مولانا صاحب نے ترازو اٹھایا تو سیب والا پلڑہ نیچے چلا گیا اور خالی پلڑا اوپر اٹھ گیا۔ اب انہوں نے راہب سے پوچھا:

''یہ بتایئے، اوپر والا پلڑہ بہتر ہے یا نیچے والا۔''

مولانا صاحب کی بات سن کر چالاک راہب حیران رہ گیا۔ ادھر مولانا صاحب کہہ رہے تھے:

''بھائی! ہر اوپر والی چیز بہتر نہیں ہوتی۔''

راہب کوئی جواب نہ دے سکا اور شرمندہ ہو کر کھسک گیا۔

اسی لیے کہتے ہیں کہ علماء کی صحبت اختیار کیا کیجیے تا کہ چالاک راہب جیسے فتنہ باز لوگوں سے بچا جا سکے۔

آمنے سامنے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

⊛ سب سے پہلے آمنے سامنے کے سارے خطوط پڑھے۔ 'ایک کروڑ کی گڑیا' حیران کر گئی۔ 'شرمندہ' کہانی کا اختتام سمجھ میں نہیں آیا۔ 'جنوں کا طوفان' تو ہمیں ڈرائے ہی جا رہی ہے۔ 'چوپایہ جانوروں کی صفات' پڑھ کر معلومات میں اضافہ ہوا۔ ایک شرارت کا افسوس ناک انجام پڑھ کر بہت افسوس ہوا۔ غیر حاضر دماغ نمایندے سے گزارش ہے کہ وہ جلد حاضر ہوا کرے نہیں تو ہم خود غیر حاضر دماغ نمایندہ لے آئیں گے۔

(حافظہ عذرہ سعید۔ چکی شیخ جی)

ج: غیر حاضر دماغ نمایندہ بے چارا آج کل بندوں کو گن رہا ہے، یعنی مردم شماری میں لگا ہوا ہے...... ہماری تو خواہش تھی وہ گننے کی بجائے حضرت علامہ رحمہ اللہ کے شعر کے مطابق بندوں کا وزن کرتے...... مگر!

⊛ میں آپ کے جریدے کی ہنستی مسکراتی قاریہ ہوں۔ 'جنوں کا طوفان' ناول بہت زبردست جا رہا ہے۔ 'ایک کروڑ کی گڑیا' اور 'شرمندہ' کہانیاں پسند آئیں۔ میں جھوٹ سے اجتناب کر رہی ہوں، لیکن بارہ جنوری کو خط پوسٹ نہ کر سکی۔

(عمیرہ صابر۔ کراچی)

ج: جان کر بہت خوشی ہوئی۔ براہ کرم آپ اور وہ تمام قارئین جنھوں نے پہلے بھی یہ خوش خبری سنائی، اپنا مکمل پتا بمع فون نمبر ہمیں ارسال کریں۔

⊛ 'جنوں کا طوفان' ناول بہت زبردست چل رہا ہے۔ 'نجوم ہدایت' سلسلہ اچھا ہے۔ انکل! آپ سے ایک بات پوچھنا تھی کہ آپ 'بچوں کا اسلام' کو کتنا وقت دیتے ہیں؟ (امامہ بنت عبدالمالک)

ج: ہمارے روزانہ کے ڈیوٹی اوقات دس سے بارہ گھنٹے بنتے ہیں۔ اس میں ہی دونوں میگزین اور کتابوں کا کام ہوتا ہے۔ ان دس بارہ گھنٹوں میں سب سے زیادہ وقت بہرحال بچوں کا اسلام میں ہی صرف ہوتا ہے۔

⊛ 'بچوں کا اسلام' میں نئی تبدیلیاں پسند آئیں۔ پلیز انٹرویو والا سلسلہ اور اس کے علاوہ کہانیوں کے مقابلے کا سلسلہ بھی شروع کریں۔

(انعم چودھری۔ لاہور)

ج: انٹرویو کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے۔ آپ اب جلدی سے اپنے سوالات لکھ کر بھیجیے۔ انعامی کہانی کے لیے بھی ان شاء اللہ بہت جلد کوئی ترتیب بناتے ہیں۔

⊛ شمارہ 770 میں کوئی تحریر ایسی نہیں جو دل کو نہ بھائی ہو۔ 'شرمندہ' اور 'ایک کروڑ کی گڑیا' دونوں ہی لاجواب اور بے مثال ہیں۔ 'مشورہ'، 'قربانی' اور 'مرنے کے بعد' تینوں ہی مختصر پر اثر تحریریں ہیں۔ مولانا ہدایت اللہ سدوخانی صاحب کی تحریر 'صدقے کا مذاق' ہر دل عزیز اور ہر دل میں درد رکھنے والے کی پکار ہے۔ 'چوپایہ جانوروں کی صفات' نے اہل جنگل کی انوکھی معلومات فراہم کیں۔ 'مشرق کا مشروب' پڑھ کے دل رنجیدہ ہوا ان لوگوں پر جو کھانے کے ہر لقمے اور ہر دانے کو سوڈا بوتلوں کی نذر کر دیتے ہیں۔ (زبیر رفیق۔ عزیز آباد کراچی)

⊛ شمارہ 769 کا حسب معمول سب سے پہلے سرورق دیکھا جو کہ بہت پسند آیا۔ قسط وار ناول 'جنوں کا طوفان' ہر طرف اپنے ہی رنگ بکھیرتا آگے بڑھ رہا ہے۔ 'باہمت بچے' اس شمارے کی بہترین تحریر رہی۔ (بریرہ بنت محمد طیب۔ سائٹ ایریا کراچی)

⊛ شمارہ 770 میں 'شرمندہ' کہانی پڑھی، جو سر کے اوپر سے گزر گئی۔ 'نجوم ہدایت' میں حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کے بارے میں پڑھا۔ اس میں آپ نے یہ پہلو نظر انداز کر دیا کہ یہ وہ صحابی تھے جنھوں نے دجال دیکھا تھا۔ جب دجال نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا تو تب وہ ایمان لائے تھے۔

(محمد زاہد اکرام۔ لاہور)

⊛ بہت دنوں سے یہ خیال آرہا تھا کہ جہاں بچوں کے لیے بہت سے مفید سلسلے شروع کیے گئے، وہاں سنتوں کا بھی ایک سلسلہ شروع ہو۔ اسی سوچ کے پیشِ نظر قلم اٹھانے کی جسارت کی ہے۔ اس سلسلے میں مولانا مفتی عبدالحکیم صاحب رحمہ اللہ کی کتاب 'علیکم بسنتی' سے مدد لینا چاہتی ہوں۔ آپ سے گزارش ہے کہ رہنمائی فرمائیں۔ (بنت محمد عمران۔ راولپنڈی)

ج: یہ سلسلہ ایک سے زائد بار رسالے میں چلا ہے۔

⊛ شمارہ 770 زبردست رہا۔ کہانی 'ایک کروڑ کی گڑیا' میں محمد فائز الرام نے زندگی کو نہایت عبرت انگیز مگر حقیقی انداز میں پیش کیا۔ ہماری ناقص رائے کے مطابق اگر اس کہانی کا نام 'کانچ کی گڑیا' ہوتا تو زیادہ بہتر تھا۔ شازیہ نور کی 'شرمندہ' بھی سبق آموز اور دل چسپ تھی۔ خاص کر اختتامی جملہ ''اپنوں کو شرمندہ تو نہیں کیا جا سکتا نا'' اپنے اندر بہت زیادہ گہرائی لیے ہوئے تھا۔ (بنت اشرف وٹو۔ سانگھڑ)

⊛ شمارہ 770 میں آپ نے 'دستک' بہت اچھی دی۔ امیر مینائی کی حمد اچھی لگی لیکن حمد کو پہلے صفحے پر شائع کر دیتے۔ 'مسکراہٹ کے پھول' کا نام بدل کر 'رلانے والے پھول' رکھ دیں کیوں کہ اکثر لطیفے پرانے تھے، صرف ایک دو نئے معلوم ہو رہے تھے۔ 'آمنے سامنے' میں آپ نے میرا خط چھوٹا کر دیا اور نہ میرے سوال کا جواب دیا۔ انکل! میں نے جماعت ہفتم میں پہلی پوزیشن حاصل کی ہے، میری اس کامیابی پر آپ مجھے مبارک باد دینا نہ بھولیں۔

(سلمان یوسف سمیجہ۔ علی پور)

ج: اب بھول بھی بھلا کیسے سکتے ہیں...... بہت بہت مبارک ہو بیٹا جی۔ اسی طرح مزید محنت کرتے رہیں اور دنیا آخرت کے ہر امتحان میں نمایاں کامیابی حاصل کرتے رہیں۔

⊛ 'نجوم ہدایت' میں گلشن رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مہکتے پھول، حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کا ذکر پڑھ کر دل میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی محبت کا شعلہ مزید بھڑکنے لگا۔ 'صدقے کا مذاق' سے ہم بھی سو فیصد متفق ہیں۔ 'ایک کروڑ کی گڑیا' ایک کروڑ سے بھی مہنگی ہے۔ 'چوپایہ جانوروں کی صفات' معلوماتی ہے۔ چچا جان! کچھ ماہ پہلے ہمارے بھائی حافظ احمد جھنگوی کی موٹر سائیکل حادثے میں بائیں ران ٹوٹ گئی، جس کے نتیجے میں ران کا آپریشن ہوا۔ ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ ابھی تک ہڈی نہیں جڑی۔ آپ سے اور تمام قارئین سے دعائے صحت کی اپیل ہے۔ (بنین وبنات مولانا گلزار احمد جھنگوی۔ دارالعلوم جہانیاں)

ج: اللہ تعالیٰ مکمل صحت عافیت کے ساتھ عطا فرمائے۔ آمین

⊛ 'مجھے فراموش نہ کرنا' بہت ہی زبردست تحریر تھی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی حفظ کرنے کی توفیق دے آمین۔ 'اونٹ' مزاح سے بھرپور کہانی تھی۔ 'نجوم ہدایت' بہت ہی زبردست سلسلہ ہے۔ 'بولتی تصویریں' اچھی کہانی تھی۔ 'نیوز چینل' میں غیر حاضر دماغ نمایندے اور اونٹ کا انٹرویو بہت ہی زبردست تھا۔

(ماہم فیض)

⊛ حقیقت تو یہ ہے کہ روزنامہ 'اسلام'، 'بچوں کا اسلام' اور 'خواتین کا اسلام' سے بہت کچھ سیکھا۔ اب یہ دیکھ کر سخت تکلیف ہوتی ہے کہ ضرورت سے زیادہ تصویروں کی بھر مار ہے۔ ایک شمارے کے سرورق پر سائیکل سوار مع چیل کے دکھایا گیا تھا، جبکہ اندر اسی صفحہ پر قرآن و حدیث...... کیا یہ بے ادبی

نہیں؟ الفاظ میں جان پیدا کریں کہ تصویر کی ضرورت ہی نہ پڑے۔ میرے خیال سے تصویر کا سلسلہ بالکل ختم کرنا چاہیے۔ (مسز صبغت اللہ۔ کراچی)

ج: محترمہ! آپ کی رائے کا دل و جان سے احترام......مگر لگتا یہ ہے کہ آپ نے تین چار سال سے ہی بچوں کا اسلام پڑھنا شروع کیا ہے۔ اس سے قبل دس سال تک اشتیاق صاحب رحمہ اللہ کے ترتیب دیے گئے شمارے بھی بالکل اسی طرح مصور ہوا کرتے تھے۔ سو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ ادارے کے وسائل نہ ہونے کی وجہ سے تین سال تک یہ سلسلہ رکا رہا، اس کے بعد قارئین کے پرزور اصرار پر دوبارہ سلسلہ شروع کیا ہے۔ آپ اطمینان رکھیے، بڑے مفتی حضرات کی ہدایات کے مطابق ہی تصویریں بنائی جاتی ہیں۔ یہ شرعاً ان تصاویر کے حکم میں نہیں ہیں، جن پر وعید ہیں۔ علماء کرام ان شماروں کو دیکھتے ہیں، اس لیے ان میں شرعاً کوئی قباحت نہیں، نہ ہی بے ادبی ہے۔ دعاؤں کی بہت درخواست ہے۔

⊛ 'شیخ چلی کراچی میں' بہت اچھی قسط وار سیریز ہے۔ رسالے کو تین سال بعد دوبارہ تصویروں سے مزین دیکھ کر دل خوش ہو جاتا ہے۔ 'جنوں کا طوفان' بہت سسپنس فل ناول ہے۔

(حفصہ آصف۔ اٹک)

ج: شیخ چلی ان شاء اللہ مزاح کے ساتھ ایک معلوماتی سلسلہ بھی ثابت ہوگا۔

⊛ 'زندگی شمع کی صورت ہو' جیسے اور ناول بھی شائع کریں۔ عتیق احمد صدیقی صاحب کی کہانیاں بھی اچھی ہوتی ہیں۔ رسالے میں تصویروں کی بحالی خوش آیند ہے۔ انجینئر امینہ بتول، فرحت کلثوم انصاری۔ ف، ح۔ ضیاء اللہ محسن، حافظ عبدالجبار سیال، امیمہ سعدیہ، شگفتہ کنول اور عائشہ عزیز الرحمٰن جیسے پرانے قلم کار کافی عرصے سے غائب ہیں۔ ان سے گزارش ہے کہ دوبارہ لکھنا شروع کریں۔

(محمد فرحان صالح۔ بہاول نگر)

⊛ بچوں کا اسلام میں دو چیزیں ایسی ہیں جن کا بہت شدت سے انتظار ہوتا ہے۔ (1) اشتیاق احمد صاحب کا ناول (2) نیوز چینل۔ 'مسکراہٹ کے پھول' اکثر نقل شدہ ہوتے ہیں۔ آپ کو چاہیے کہ جنید جمشید نمبر بھی نکالیں۔

(بنت بلال احمد صدیقی۔ کراچی)

ج: کیا فرمایا؟......نقل شدہ......!!! بھئی ظاہر ہے کہ ہر ایک لطیفہ خود تو گھڑ نہیں سکتا۔ سنے سنائے ہی بھیجے جاتے ہیں۔ بس بات یہ ہے کہ زیادہ باسی نہ ہوں...... کچھ تازہ ہونے چاہئیں۔

⊛ آپ نے تو کہا تھا کہ آپ اشتیاق احمد صاحب مرحوم کا انداز نہیں اپنائیں گے، لیکن ہوا تو وہی، پھر کی طرح ہم والسلام تک پہنچ گئے۔

(حفصہ بنت محمد حسین لکھپت۔ کراچی)

ج: ارے کب......اور کس شمارے میں؟

⊛ اشتیاق احمد صاحب کے دور میں 'بچوں کا اسلام' میں ختم نبوت سے متعلق مضامین شائع ہوتے رہے، جن کا مجموعہ کتابی شکل میں بھی موجود ہے۔ 'مرزا قادیانی کون تھا، کیا تھا؟' کے نام سے۔ اب عرض یہ ہے کہ ایک بار پھر ختم نبوت سے متعلق مضامین شائع ہونے چاہئیں اور یقیناً یہ ایک ایسا موضوع ہے جس پر قلم نہ اٹھانے کو ہم بھی سب سے بڑی بزدلی سمجھتے ہیں۔

(محمد اشرف۔ جامعہ دارالعلوم کراچی)

ج: تو بزدلی چھوڑیے نا...... جلدی سے ایک مضمون لکھ بھیجیے اور سلسلہ دوبارہ شروع کرنے کا ثواب پائیے۔

جنون کا طوفان

کامیاب ہو جائیں گے اور اگر ہم نہ ڈرے تو وہ ڈر کر بھاگ نکلیں گے۔" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"تت تو... کیا یہی نظریہ ہے آپ کا ابا جان!"

محمود نے جلدی سے ان کی طرف دیکھا۔

"ہاں! بالکل۔" وہ مسکرائے۔

"یہ تو پھر ڈرنے اور ڈرانے کا معاملہ ہو گیا۔" آفتاب بول اٹھا۔

"میں ایک بار پھر کہے دیتا ہوں جمشید!... ہمیں ایک کمرے کی بہت ضرورت ہے، کمرے میں رہ کر ہم کچھ مقابلہ ضرور کر سکیں گے۔" پروفیسر داؤد بولے۔

"اچھی بات ہے... اب ہم کمرے حاصل کر کے رہیں گے... لیکن ہم برآمدے کے سرے والا کمرہ کیوں نہ کھول دیں؟... اس طرح ہم ہر طرف جا سکیں گے۔"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں۔"

"آیئے پھر۔"

کرسیاں اور تخت اب ساکت تھے... انہیں اس حالت میں چھوڑ کر وہ پھر برآمدے کی طرف چل پڑے... پہلے کمرے کے دروازے پر پہنچ کر وہ دھک سے رہ گئے... کمرے کا دروازہ چوپٹ کھلا تھا اور کمرہ اندر سے بالکل صاف ستھرا بھی نظر آ رہا تھا...

"لیجیے... جنوں نے خود ہی کمرہ پیش کر دیا۔" فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

"اس میں ان کی کوئی چال بھی تو ہو سکتی ہے؟..." فرحت تنک کر بولی۔

"جنوں کی چال... بھئی واہ... خیر!... پروا نہیں۔" اس نے کندھے اچکائے۔

وہ سب کمرے میں داخل ہو گئے... آخری آدمی کے داخل ہوتے ہی کمرے کا دروازہ خود بخود بند ہو گیا... وہ فوراً دروازے کی طرف مڑے... تو ایک اور ہولناک منظر ان کے سامنے تھا . . . دروازے پر ایک جن موجود تھا۔

انہوں نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس کی طرف دیکھا... اس کی صورت نہایت ہیبت ناک تھی... آنکھیں شعلے اگل رہی تھی... اس کا سر کمرے کی چھت کو چھو رہا تھا... اس کے پورے جسم پر لمبے لمبے بال تھے... جسم کے چاروں طرف دھواں سا پھیلا ہوا تھا یا وہ تھا ہی دھوئیں کا بنا ہوا... اچانک انہیں محسوس سا ہونے لگا... کمرے میں گرمی بہت تیزی سے بڑھ رہی ہے... ہوا گرم ہوتی چلی جا رہی تھی... جن نے ابھی تک نہ تو کوئی حرکت کی تھی... اور نہ کچھ بولا تھا... وہ سکتے کے عالم میں اسے دیکھ رہے تھے... اب ان کے جسم جلنے لگے... رونگٹے سرسرانے لگے... ان کا جی چاہا... کپڑے اتار کر پھینک دیں...

"گگ... گرمی... گرمی۔" مکھن کی گھٹی گھٹی آواز نکلی۔

"یہ... یہ اس کی وجہ سے ہے..." فاروق نے جن کی طرف اشارہ کیا۔

"ہاہاہا..." بادلوں کے گونجنے کی آواز ان کے کانوں سے ٹکرائی... اس مرتبہ جن کے ہونٹ ہلے تھے... اور انہیں یوں لگا تھا... جیسے جن کہیں بہت اونچائی سے بولا ہو... ان کے دم گھٹنے لگے... حلق بالکل خشک ہو گئے... کمرہ اب بالکل آگ کی مانند تپ رہا تھا... وہ کب تک اس قدر گرمی برداشت کرتے... بے ہوش ہونے کے قریب ہو گئے۔

"کک... کچھ کیجیے... ابا جان!... کچھ کیجیے۔" محمود نے مردہ آواز میں کہا۔ (جاری ہے)

''کس چیز کے 180 روپے دیے؟ 140 میں بھی رکشے والا راضی ہو جاتا۔''

میں نے رکشے سے اترتے ہوئے قدرے بد تمیزی سے کہا۔ ''دادا جان! آپ کو تو ڈیل کرنا ہی نہیں آتی، آپ ہمیشہ ایسے ہی کرتے ہیں۔'' میں نے دادا جان کی خاموشی کا فائدہ اٹھایا۔

''بیٹا! ہمارا حساب ہی الٹ ہے، جہاں زیادہ پیسے دینے ہوتے ہیں وہاں نہیں دیتے اور جہاں نہیں دینے ہوتے ہیں وہاں برضا و رغبت زیادہ قیمت ادا کرتے ہیں۔''

دادا جان نے کچھ دکھی انداز میں کہا۔

''وہ کیسے......؟'' میں اپنی محدود سوچ کے باعث سوال کر بیٹھا۔

''اچھا یہ بتاؤ یہ سن گلاس (سورج کی روشنی سے بچانے والی عینک) کتنے میں خریدا؟''

دادا جان نے سوال کیا۔

''1350 روپے میں۔'' میں نے نہ سمجھتے ہوئے جواب دیا۔

''ایسی عینک عام طور پر 200 روپے میں بآسانی مل جاتی ہے، تو آپ نے اتنی مہنگی کیوں خریدی؟''

دادا جان نے طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ سوال کیا۔

''مم......مگر یہ ایک معروف کمپنی کا برانڈ ہے اور کمپنی نے یہ بھی اعلان کیا ہے کہ اگر یہ عینک ٹوٹ جائے تو پورے 1350 روپے واپس ملیں گے یعنی یہ پیسے ضائع نہیں ہوں گے۔''

میں نے ٹھوس وجہ پیش کی۔

''تو میں نے 40 روپے جہاں خرچ کیے، وہاں بھی ضائع ہونے کا قطعی احتمال نہیں ہے، بلکہ کئی گنا زیادہ کی امید ہے۔'' دادا جان نے جواب دیا۔

''وہ کیسے......؟'' میری حیرت ہر لحظہ بڑھتی جا رہی تھی۔

''بیٹا! میں نے چالیس روپے صدقے کی نیت سے ادا کیے ہیں۔ فرمان ربانی کا ترجمہ ہے: اللہ کی راہ میں خرچ کیا گیا مال دگنا کر کے لوٹایا جائے گا۔''

دادا جان نے مضبوط دلیل سے مجھے سمجھایا۔

''مگر دادا جان! آپ 140 روپے طے کر لیتے اور پھر 40 روپے مزید اسے صدقے کے طور پر ادا کر دیتے۔'' میں نے نیا سوال داغا۔

''مگر اس سے میرے دوسرے ہاتھ کو صدقہ کرنے کا علم ہو جاتا، جبکہ حدیث مبارکہ میں ایسے طریقے سے صدقہ ادا کرنے کی ترغیب دی گئی ہے کہ دوسرے ہاتھ کو خبر ہی نہ ہو۔''

دادا جان نے جواب دیتے ہوئے چابی گھما کر تالا کھول لیا، مگر وہ اپنے الفاظ کے ساتھ میری عقل پر پڑے ہوئے تالے بھی کھولنے میں کامیاب ہو چکے تھے۔ تالے کھلتے ہی میرے دل میں جھریوں والے اس چہرے کی قدر و قیمت میں بے شمار اضافہ ہو چکا تھا جو ضرورت مند انسانوں کی خدمت کے خاموش طریقے ڈھونڈ رہا تھا۔

☆☆☆

جنہیں مطلوب ہے جنت

جنہیں مطلوب ہے جنت میں جانا
وہ پڑھتے ہیں نماز پنج گانہ
بنے نادان موسیقی کے شیدا
جو ہیں دانا نہیں سنتے وہ گانا
عشا کے بعد سونا جلد بچو!
بوقتِ فجر از خود جاگ جانا
تو رو کر جیتے جی مانگو معافی
اگر ہو آخرت میں مسکرانا
جہالت کے اندھیروں میں مرے دوست
ہمیشہ علم کی شمعیں جلانا
جنہوں نے پرورش کی ہے تمہاری
نہ ان کے سامنے نظریں اٹھانا
خلافِ عظمتِ مردانگی ہے
نہ اپنانا کبھی فیشن زنانہ
ذرا سی دیر میں نیت کے ذریعے
ذرا سی بات بنتی ہے فسانہ
اثر پہچانا لمحوں کی قیمت
نہ ہرگز وقت کی دولت گنوانا

اثر جونپوری

